امام سفیان بن عیینہؒ کی تدلیس اور بعض اشکالات کا جواب

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی تدلیس

اور بعض اشکالات کا جواب

فہرست

امام سفیان بن عیینہؒ کا مختصر تعارف:

محدثِ حرم، امام الکبیر، حافظ العصر، شیخ الاسلام، امام سفیان بن عیینہ بن ابی عمران: میمون الہلالی، ابو محمد الکوفی المکی سن 107ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اس وقت کے والیِ کوفہ یوسف بن عمر ثقفی کے عتاب کی وجہ سے گھر بار چھوڑ کر مکہ منتقل ہو گئے اور حرم مکہ کے جوار میں مستقل سکونت اختیار فرمالی اس وقت آپ کی عمر 13 سال تھی۔

طلبِ علم: ابن عیینہ نے چار سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور سات سال کی عمر میں حدیث کی کتابت و روایت کرنے لگے۔ اس وقت مکہ ائمہ تابعین کا مرکز تھا، امام زہریؒ، امام ابن جریجؒ، امام عمرو بن دینار، اور بہت سے ائمہ کی مجالس قائم ہوتی تھیں۔ امام سفیان بن عیینہ نے لڑکپن میں ہی امام ابن شہاب زہری اور عمرو بن دینار کی مجلس درس میں شرکت اختیار کر لی۔ پھر کوفہ آگئے اور وہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ آپؒ ستاسی (87) تابعین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اللہ پاک نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو کمال کا حافظہ اور فہم عطاء فرمایا تھا آپ کے خود کا بیان ہے کہ "ما كتبت شيئا قط إلا حفظته قبل ان اكتبه" میں کسی بھی چیز کو لکھنے سے قبل اس کو یاد کر لیتا تھا (سیر اعلام النبلاء: 8/461)۔

شیوخ: آپ کے شیوخِ حدیث اور اساتذہ کی فہرست طویل ہے چند معروف و مشہور کے نام یہ ہیں:

ہشام بن عروہ، یحیی بن سعید الانصاری، ابن شہاب الزہری، عمرو بن دینار، سلیمان الاعمش، سفیان الثوری، ابن جریج، شعبہ بن حجاج، حمید الطویل، اَبو الزناد، سلیمان الاحول، ایوب سختیانی، اسماعیل بن ابی خالد، عبد اللہ بن ابی نجیح، مسعر بن کدام، منصور بن معتمر۔

تلامذہ: امام اعمش، امام ابن جریج، اور امام شعبہ یہ تینوں حضرات آپ کے شیوخ ہیں جن کا شمار آپ کے تلامذہ میں بھی ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ امام شافعی، امام یحیی القطان، امام عبد الرحمن بن مہدی، امام یحیی بن معین، امام عبد اللہ بن مبارک، امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام عبد الرزاق، امام اِسحاق بن راہویہ، امام حمیدی، امام محمد بن ابی عمر العدنی، امام ابن ابی شیبہ، امام اَبو خیثمہ زہیر بن حرب، اور ان جیسے دیگر کئی ثقہ ائمہ حفاظ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

آپ کے علم حدیث و فہم حدیث میں تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے اور فن حدیث اور مہارتِ حدیث میں آپ کا مقام تمام محدثین کے نزدیک مسلم الثبوت ہے۔ ابن عیینہ علمی جلالت اور کثرت روایت کے لحاظ سے دوسرے بہت سے اتباع تابعین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ امام عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ کو حدیث کی تفسیر اور حدیث کے متفرق الفاظ جمع کرنے میں مہارت حاصل تھی۔ امام شعبہ اپنے شاگردوں سے کہتے جس کو عمرو بن دینار کی مرویات معلوم نہ ہوں اسے ابنِ عیینہ کے پاس جانا چاہیے۔

اقوال علماء:

- امام علی بن مدینی فرماتے ہیں:" ما فی أصحاب الزهری أتقن من ابن عیینة "(زہری کے اصحاب میں ابن عیینہ سے زیادہ متقن کوئی نہیں ہے)۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:1/52)

- اور امام علی بن مدینی فرماتے ہیں:"قال لی یحیی بن سعید : ما بقی من معلمی الذین تعلمت منهم غیر سفیان بن عیینة . فقلت : یا أبا سعید ، سفیان إمام فی الحدیث ؟ قال: سفیان إمام القوم منذ أربعین سنة "(مجھ سے یحیی بن سعید القطان نے کہا، میرے اساتذہ جن سے میں نے علم حاصل کیا ان میں سے کوئی روئے زمین پر باقی نہیں رہا سوائے سفیان بن عیینہ کے، علی بن مدینی فرماتے ہیں میں نے پوچھا: اے ابوسعید: سفیان حدیث میں امام ہیں؟ فرمایا: سفیان پچھلے چالیس سال سے پوری قوم کے امام ہیں)۔

(المعرفہ والتاریخ:3/8)

- امام شافعی فرماتے ہیں:"لو لا مالك وسفیان لذهب علم الحجاز "(اگر مالک اور ابن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ضائع ہو جاتا)۔

(الجرح والتعدیل:1/12)

ایک دوسری جگہ امام شافعی فرماتے ہیں:"وجدت أحادیث الأحکام کلها عند ابن عیینة، سوی ستة أحادیث، ووجدتها کلها عند مالك سوی ثلاثین حدیثا "(احکام کی تمام احادیث کو میں نے ابن عیینہ کے پاس پایا ہے سوائے چھ حدیثوں کے، اور ان تمام احادیث کو میں نے مالک کے پاس بھی پایا ہے سوائے تیس حدیثوں کے)۔

اس قول کے تحت امام ذہبی فرماتے ہیں:

"فهذا یوضح لك سعة دائرة سفیان في العلم، وذلك لأنه ضم أحادیث العراقیین إلى أحادیث الحجازیین. وارتحل، ولقي خلقا کثیرا ما لقیهم مالك، وهما نظیران في الإتقان، ولکن مالکا أجل وأعلى، فعنده نافع، وسعید المقبري "

(پس اس قول سے امام سفیان کے دائرہ علم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، اور ایسا اس لیے ہے کہ انہوں نے عراقیوں اور حجازیوں کی احادیث کو جمع کیا اور علم کے حصول کے لیے سفر کیے، اور ایسے جمِ غفیر سے ملاقات کی جن سے امام مالک بھی نہیں ملے، اور یہ دونوں اتقان اور مہارت میں ایک جیسے تھے، لیکن امام مالک زیادہ بلند و برتر اور اعلیٰ تھے، کیونکہ ان کے پاس نافع اور سعید المقبری تھے)۔

(سیر اعلام النبلاء:8/457)

- امام یحیی بن معین سے پوچھا گیا: "عمرو بن دینار کی حدیث میں آپ کو ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں یا سفیان ثوری؟" تو فرمایا: "ابن عیینہ ان کی حدیث کو زیادہ جاننے والے ہیں"، پھر ان سے پوچھا گیا: "عمرو کی حدیث میں ابن عیینہ آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا حماد بن زید؟" فرمایا: "ابن عیینہ ان کی حدیث کو زیادہ جاننے والے ہیں"، پھر پوچھا گیا: "اور شعبہ؟" فرمایا: "شعبہ نے عمرو سے روایت ہی کیا کیا ہے! انہوں نے عمرو سے محض سو کے قریب روایتیں بیان کی ہیں۔"

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدارمی:67،68،69)

- امام عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں: "كان أعلم الناس بحديث أهل الحجاز" (ابن عیینہ اہل حجاز کی حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے)۔

(الجرح والتعدیل:1/32)

- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "ما رأيت أحداً كان أعلم بالسنن من سفيان بن عيينة" (میں نے سفیان بن عیینہ سے بڑا سنن کا عالم نہیں دیکھا)

(تاریخ بغداد:9/183)

- امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "هو أحفظ من حماد بن زيد" (ابن عیینہ حماد بن زید سے بھی زیادہ بڑے حافظ تھے)۔

(سنن ترمذی:1793، والعلل الکبیر للترمذی:344)

- امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں: " أثبت أصحاب الزهري مالك وابن عيينة، وكان ابن عيينة أعلم بحديث عمرو بن دينار من شعبة، وكان ابن عيينة إماما ثقة" (زہری کے سب سے اثبت اصحاب مالک اور ابن عیینہ ہیں، اور ابن عیینہ عمرو بن دینار کی حدیث کو شعبہ سے بھی زیادہ جانتے تھے، اور ابن عیینہ ثقہ امام تھے)

(مقدمہ الجرح والتعدیل:1/52، نیز دیکھیں: علل الحدیث لابن ابی حاتم:2/591)

- امام لالکائی فرماتے ہیں:"هو مستغن عن التزكية لتثبته و إتقانه . و أجمع الحفاظ أنه اثبت الناس فی عمرو بن دينار "(ابن عیینہ اپنے تثبت اور اتقان کے سبب اس بات سے مستغنی ہیں کہ ان کا تزکیہ بیان کیا جائے، تمام حفاظ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابن عیینہ عمرو بن دینار کی حدیث میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ماہر تھے)۔

(تہذیب التہذیب:4/122)

ابن عیینہ کا علم رجال اور علل حدیث میں مقام:

امام ابن عیینہؒ حدیث میں حجت اور امامت کے رتبے پر قائم تھے اور حدیث کی علتوں اور رجال کے نقد میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل کے مقدمہ میں امام ابن عیینہ کا ذکر ان ائمہ کے مابین کیا ہے جو اس فن کے ائمہ میں سے تھے، دیکھیں: باب "و من العلماء الجهابذة النقاد بمكة سفيان بن عيينة"

نیز انہوں نے ابن عیینہ کے نقدِ رجال و حدیث پر مبنی اقوال کو بھی اس باب میں جمع کیا ہے۔

یہاں تک کہ امام یحیی بن سعید القطان جیسے چوٹی کے ناقد امام کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے رجال کا علم ابن عیینہ سے سیکھا۔ چنانچہ ابن خلاد بیان کرتے ہیں:"قيل ليحيى بن سعيد: ممن تعلمت هذا الكلام في الناس؟ قال: وكنا نظن أنه من شعبة. قال: وقال: من سفيان بن عيينة"(یحیی بن سعید القطان سے پوچھا گیا: آپ نے رجال پر اس کلام کو کس سے سیکھا ہے؟ ابن خلاد کہتے ہیں: ہم نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے یہ علم شعبہ سے سیکھا ہو گا۔ لیکن امام قطان نے جواب دیا:"سفیان بن عیینہ سے")(العلل و معرفۃ الرجال، روایۃ عبد اللہ:2028)۔

وفات:

حسن بن عمران کا بیان ہے کہ میں سفیان بن عیینہ کے آخری حج میں ان کے ساتھ تھا، جب ہم مزدلفہ پہنچے اور نماز پڑھ لی تو ابن عیینہ نے اپنی گدی سے ٹیک لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا:"قد وافيت هذا الموضع سبعين عاما أقول في كل سنة اللهم لا تجعله آخر العهد من هذا المكان وإني قد استحييت الله من كثرة ما أسأله ذلك"(میں ستر سالوں سے اس مقام پر لگاتار آتا رہا ہوں اور ہر سال میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ مزدلفہ کی اس زیارت کو میری آخری زیارت مت بنا، مگر اب مجھے اللہ پاک سے شرم آرہی ہے کہ کس قدر زیادہ میں نے اللہ سے اس کا سوال کیا)۔

حسن بن عمران اس کے بعد فرماتے ہیں:"فرجع فتوفي في السنة الداخلة يوم السبت أول يوم من رجب سنة ثمان وتسعين ومائة ودفن بالحجون"(پس ابن عیینہ اس حج سے واپس ہوئے تو اسی آنے والے سال میں ہفتے کے دن رجب کے پہلے دن، 198ھ کو وہ فوت ہو گئے، اور حجون (کے قبرستان) میں دفن کیے گئے) (الطبقات الکبری لابن سعد: 6/ 42)۔

امام سفیان بن عیینہؒ اور ثبوتِ تدلیس:

متعدد اہل علم نے امام ابن عیینہؒ کی طرف تدلیس کی نسبت کی ہے، اگرچہ انہوں نے ان کی تدلیس کو ثقات سے مقید کیا ہے۔

- امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں:

"وربما كان سفيان بن عيينة إذا أراد أن يدلس يقول: عشرة عن زبيد منهم: مالك بن مغول عن مرة، عن عبد الله: «إن الله قسم بينكم أخلاقكم»"

(بعض اوقات سفیان بن عیینہ جب تدلیس کا ارادہ کرتے تو کہتے: دس لوگوں نے زبید سے روایت کیا ہے، جن میں مالک بن مغول بھی ہے، انہوں نے مرۃ عن عبد اللہ کے طریق سے نقل کیا: بے شک اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو تقسیم فرمایا ہے)
(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص108)

نوٹ: اس قول میں امام ابن عیینہ کی تدلیس کا ذکر کرتے ہوئے امام علی بن مدینی نے معروف اور اصطلاحی تدلیس الاسناد کی مثال ذکر نہیں کی ہے۔ بظاہر یہ تدلیس المتابعہ کی مثال معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

" قد دلس قوم. ثم ذكر الأعمش. قال: كان هشيم يكثر - يعني التدليس - وسفيان بن عيينة أيضا "
(کئی لوگ تدلیس کرتے تھے، پھر انہوں نے اعمش کا ذکر کیا، فرمایا: ہشیم بکثرت تدلیس کرتے تھے، اور سفیان بن عیینہ بھی (تدلیس کرتے تھے))۔

(المعرفۃ والتاریخ للفسوی: 2/ 633)

- امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:"ورُوِي عن ابن معين قال كان ابن عيينة يدلس فيقول عن الزهري فإذا قيل له من دون الزهري فيقول لهم أليس لكم في الزهري مقنع فيقال بلى فإذا استقصي عليه يقول معمر اكتبوا لا بارك الله لكم"

(امام ابن معین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابن عیینہ تدلیس کرتے تو کہتے: عن زہری، پس جب ان سے پوچھا جاتا کہ زہری سے پہلے کون ہے؟ تو وہ فرماتے: کیا زہری میں تمہیں تشفی نہیں ہوتی؟ تو وہ کہتے ہاں ضرور، پس جب ان سے تفتیش کی جاتی تو فرماتے: معمر ہیں، لکھو، تم پر اللہ کی برکت نہ ہو)۔

(التمہید لابن عبد البر: 1/31)

اسی طرح درج ذیل ائمہ نے بھی امام ابن عیینہؒ کی طرف تدلیس کی نسبت کی ہے:

- امام یحیی بن معین (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: 2222)
- امام ترمذی (سنن ترمذی: 1096، 3662)
- امام ابو داود (سنن ابی داود: 2268)
- امام نسائی (ذکر المدلسین للنسائی: 18)
- امام ابن حبان (صحیح ابن حبان: 1/161)
- ابو الفتح الازدی (الکفایہ للخطیب: ص362)
- امام دار قطنی (سؤالات الحاکم للدار قطنی: ص175)
- امام حاکم (المعرفۃ: ص103)
- امام ابن عبد البر (التمہید: 1/31)
- ابو المظفر السمعانی (قواطع الادلہ: 1/346)
- امام ذہبی (سیر اعلام النبلاء: 8/465، ومیزان الاعتدال: 2/170)، وغیرہم

اور اسی بنیاد پر کتبِ مدلسین کے مصنفین نے بھی انہیں اپنی کتب میں درج کیا ہے، جیسے:

- حافظ علائی (جامع التحصیل: ص106، 250)
- حافظ ابو زرعہ العراقی (المدلسین: 22)
- علامہ برہان الحلبی (التبیین لاسماء المدلسین: 26)
- حافظ ابن حجر (طبقات المدلسین: 52)
- علامہ سیوطی (اسماء المدلسین: 19)

ابن عیینہؒ سے واقع ہونے والی تدلیس کی اقسام:

عام روایات میں ابن عیینہ کی طرف تدلیس کی جس قسم کو منسوب کیا جاتا ہے وہ تدلیس الاسناد ہے، چاہے وہ اسناد سے شیخ کو حذف کر کے شیخ الشیخ سے صیغہ موہمہ سے روایت کرنا ہو، یا شیخ کو حذف کر کے صیغے کو بھی حذف کرنا ہو، جسے تدلیس القطع کہتے ہیں۔
لیکن ایک روایت میں ان سے تدلیس کی ایسی صورت پر دلالت بھی ملتی ہے جس میں راوی کسی شیخ کی کتاب سے روایت کرتا ہے اور صاحب کتاب کا نام حذف کر دیتا ہے جسے تدلیس الوجادہ کہتے ہیں، جیسا کہ امام ابن حبان نے فرمایا:

"لم يسمع التفسير من مجاهد أحد غير القاسم بن أبي بزة وأخذ الحكم وليث بن أبي سليم وابن أبي نجيح وابن جريج وابن عيينة من كتابه ولم يسمعوا من مجاهد"

(مجاہد سے تفسیر کسی نے نہیں سنی سوائے القاسم بن ابی بزۃ کے، نیز الحکم، لیث بن ابی سلیم، ابن ابی نجیح، ابن جریج، اور ابن عیینہ نے ان کی کتاب سے اخذ کیا جبکہ انہوں نے مجاہد سے نہیں سنا)

(الثقات لابن حبان:7/331)

اسی طرح امام ابن عیینہ سے تدلیس المتابعہ کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ تدلیس المتابعہ سے مراد یہ ہے کہ راوی دو یا دو سے زائد شیوخ سے ایک ہی روایت بیان کرتا ہے اور ان شیوخ کی روایات کے الفاظ یا اسناد میں بعض الفاظ کا اختلاف ہوتا ہے، لیکن ان سے روایت کرنے والا ان سبھی کی روایتوں کو ایک ہی سیاق سے بیان کر دیتا ہے اور ان کے اختلاف کو واضح نہیں کرتا۔
چنانچہ امام یعقوب بن شیبہؒ فرماتے ہیں:

" كان سفيان بن عيينة ربما يحدث بالحديث عن اثنين فيسند الكلام عن أحدهما، فإذا حدث به عن الآخر على الانفراد أوقفه أو أرسله"

(بعض اوقات سفیان بن عیینہ کسی حدیث کو دو لوگوں سے بیان کرتے ہیں، پس ان میں سے ایک سے اس حدیث کی مکمل سند بیان کرتے ہیں لیکن جب دوسرے سے انفرادی طور پر بیان کریں تو اس میں وقف یا ارسال کرتے ہیں)۔

(شرح علل الترمذی:2/866)

اس قسم کی تدلیس کا حکم تدلیس الاسناد جیسا نہیں ہے کیونکہ اس میں راوی کو ساقط نہیں کیا جاتا، بلکہ دو لوگوں کی روایت کو اختلاف کے بیان کے بغیر ایک طریقے سے بیان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی تدلیس کی تحقیق کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ راوی سماع کی تصریح کرے بلکہ ضروری ہے کہ ان دونوں شیوخ کی روایتوں کے سیاق اور سند کو تخریج کے ذریعے الگ الگ کیا جائے۔

ابن عیینہؒ کی تدلیس کی مثالیں:

امام ابن عیینہ چونکہ ائمہ مکثرین میں سے تھے اس لیے ان کی احادیث محدثین کے نزدیک مشہور ومعروف اور متداول ہیں۔ اور محدثین نے ان کی احادیث پر دقتِ نظر اور تتبع کر کے نقد کیا ہے۔ چنانچہ احادیث میں ان کی تدلیس کی مثالیں بھی محدثین کے نزدیک مشہور اور معدود ہیں۔ امام ابن عیینہ نے جہاں جہاں بھی تدلیس کی ہے محدثین نے اس کی نشاندہی کر دی ہے۔ چنانچہ ان کی تدلیس کے تمام مواقع جن پر محدثین نے مطلع کیا ہے درج ذیل ہیں:

1- مثال نمبر1:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

" حدثنا سفيان بن عيينة قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عمرو بن يحيى منذ أربع وسبعين سنة فسألته بعد ذلك بقليل وكان يحيى أكبر منه قال سفيان سمعت منه ثلاثة أحاديث قال أبي حديث الأرض كلها مسجد إلا الحمام والمقبرة قال سفيان لم أسمعه منه "

(سفیان بن عیینہ نے ہمیں بیان کیا، فرمایا: یحیی بن سعید (الانصاری) نے ہمیں عمرو بن یحیی کے ذریعے سے ایک حدیث (حدیثِ وضوء) 74 سال پہلے سے بیان کی ہوئی تھی، پھر تھوڑے عرصہ بعد میں نے ان سے (یعنی عمرو بن یحیی) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا، اور یحیی عمرو سے عمر میں بڑے تھے۔ سفیان فرماتے ہیں: میں نے ان سے (یعنی عمرو بن یحیی الانصاری سے) تین حدیثیں سنی ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: حدیث "ساری زمین مسجد ہے سوائے حمام اور مقبرہ کے" اس حدیث کے بارے میں سفیان نے کہا کہ یہ حدیث میں نے ان سے نہیں سنی)۔

اور ایک دوسری جگہ امام احمد نے فرمایا:

" قال سفيان لم أسمع منه حديث عمرو بن يحيى عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم في الحمام والمقبرة قال أبي قد حدثنا به سفيان دلسه "

(سفیان بن عیینہ نے کہا: میں نے عمرو بن یحیی کی ان کے والد کے ذریعے سے نبی ﷺ کی یہ حدیث کہ تمام زمین مسجد ہے سوائے حمام اور مقبرہ کے، ان سے نہیں سنی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ سفیان نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں انہوں نے تدلیس کی ہے)۔

(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد روایۃ عبد اللہ:176، 1831، 407)

اس حدیث کو امام شافعیؒ نے کتاب الام (1/112) میں **أخبرنا ابن عيينة عن عمرو بن يحيى المازني عن أبيه** کے طریق سے روایت کیا ہے۔ نیز دیکھیے: السنن الماثورۃ للشافعی (186)، ومسند الشافعی ترتیب سنجر (174)، ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی (5081)۔

دیگر طرق میں اس روایت کو عمرو بن یحیی سے سفیان الثوری، حماد بن سلمہ، عبد الواحد بن زیاد، عبد العزیز بن محمد الدراوردی، اور عمارۃ بن غزیہ جیسے ثقات نے روایت کیا ہے۔ شاید امام سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کو انہی میں سے کسی سے سن کر تدلیس کی ہے، لہٰذا یہاں ان کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام ابن عیینہ سے امام شافعی کی تمام روایات سماع پر محمول ہیں (دیکھیں: تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات للشیخ زبیر علی زئی: 3/322، والفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین للشیخ زبیر علی زئی: ص 43)۔ اس مذکورہ مثال سے ظاہر ہوا کہ یہ قاعدہ درست نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ بالا حدیث میں امام ابن عیینہ سے روایت کرنے والے امام شافعی ہیں اور یہاں انہوں نے صریح طور پر تدلیس کی ہے۔ امام شافعی سے اس طرح کی مزید مثالوں کے لیے دیکھیں: مثال نمبر 4 اور مثال نمبر 15۔

2- مثال نمبر 2:

امام یحیی بن معینؒ سے نقل کرتے ہوئے عباس الدوری فرماتے ہیں:

"سمعت يَحيى يقول في حديث: مَن وسَّعَ على عياله. قال: حَدثنا أَبو أُسامة، عن جعفر الأَحمَر، عن إِبراهيم بن مُحمد بن المُنتَشِر.

قلت ليَحيى: قد رواه سُفيان بن عُيينة، عن إِبراهيم بن مُحمد؟ قال يَحيى: إِنما دَلَّسَه سُفيان، عن أَبي أُسامة. فقلت ليَحيى: فلم يَسمع سُفيان من إِبراهيم بن مُحمد بن المُنتَشِر؟ فقال: بلى، قد سَمع منه، ولكن لم يَسمع هذا سُفيان بن عُيينة من إِبراهيم بن مُحمد بن المُنتَشِر."

(میں نے امام یحیی بن معین کو اس حدیث: "جو شخص (عاشوراء کے دن) اپنے گھر والوں پر فراخی کے ساتھ خرچ کرتا ہے۔۔۔" کے بارے میں فرماتے سنا، انہوں نے فرمایا: ہمیں ابو اسامہ (حماد بن اسامہ) نے جعفر الاحمر عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر کے طریق سے اسے بیان کیا ہے۔
میں نے یحیی سے کہا: اسے سفیان بن عیینہ نے بھی ابراہیم بن محمد سے نقل کیا ہے؟ امام ابن معین نے فرمایا: سفیان نے اس میں ابو اسامہ (حماد بن اسامہ) سے تدلیس کی ہے۔ میں نے یحیی سے پوچھا: تو کیا سفیان نے ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے سماع نہیں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، انہوں نے ان سے سماع کیا ہے، لیکن یہ حدیث سفیان بن عیینہ نے ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے نہیں سنی ہے)۔

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری:2222)

3- مثال نمبر3:

امام ترمذیؒ ایک روایت بیان کرتے ہیں: "حدثنا ابن أبي عمر قال: حدثنا سفيان بن عيينة، عن وائل بن داود، عن ابنه، عن الزهري، عن أنس بن مالك، «أن النبي صلى الله عليه وسلم أولم على صفية بنت حيي بسويق وتمر» "(سفیان بن عیینہ نے وائل بن داود سے انہوں نے اپنے بیٹے بکر بن وائل سے انہوں نے زہری سے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ نبی ﷺ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ستو اور کھجور سے کیا) (سنن ترمذی:1095)۔

اس روایت کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں: "حدثنا محمد بن يحيى قال: حدثنا الحميدي، عن سفيان، نحو هذا، وقد روى غير واحد هذا الحديث، عن ابن عيينة، عن الزهري، عن أنس، ولم يذكروا فيه عن وائل، عن ابنه: «وكان سفيان بن عيينة يدلس في هذا الحديث، فربما لم يذكر فيه عن وائل، عن ابنه، وربما ذكره» "(حمیدی نے یہی روایت سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے، اور ان کے علاوہ غیر واحد راویوں نے اسے ابن عیینہ سے عن زہری عن انس کے طریق سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس میں وائل عن ابنہ کا ذکر نہیں کیا ہے، سفیان بن عیینہ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے، پس وہ کبھی اس میں وائل عن ابنہ کا ذکر کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے)

(سنن الترمذی:1096)

یعنی اس روایت میں سفیان بن عیینہ نے وائل بن داود عن ابنہ کو گرا کر اسے براہِ راست امام زہری سے نقل کر کے تدلیس کی ہے۔ نیز وائل بن داود اور ان کے بیٹے بکر بن وائل دونوں ثقہ ہیں۔

امام حمیدی اس روایت کو بیان کرتے ہوئے امام سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ:

"قال سفيان: «وقد سمعت الزهري يحدث به فلم أحفظه، وكان بكر بن وائل يجالس الزهري معنا»"

(سفیان بن عیینہ نے فرمایا: میں نے امام زہری کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا تھا لیکن میں نے اسے محفوظ نہیں کیا، جبکہ بکر بن وائل زہری کی مجلس میں ہمارے ساتھ ہی بیٹھتے تھے)۔

(مسند الحمیدی:1218)

اس قول سے ظاہر ہوا کہ امام سفیان بن عیینہ صرف انہی حدیثوں میں تدلیس کرتے تھے جن کی صحت یا سماع کا خود انہیں علم ہوتا تھا لیکن چونکہ وہ انہوں نے محفوظ نہیں کی ہوتی تھیں اس لیے وہ بالواسطہ انہیں محفوظ کر کے ان میں تدلیس کر لیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تدلیس شدہ روایات میں ثقات اور صحتِ سند کا التزام ہوتا ہے۔

4- مثال نمبر4:

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: "حدثنا الحسن بن الصباح البزار قال: حدثنا سفيان بن عيينة، عن زائدة، عن عبد الملك بن عمير، عن ربعي، عن حذيفة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر، وعمر». حدثنا أحمد بن منيع، وغير واحد قالوا: حدثنا سفيان بن عيينة، عن عبد الملك بن عمير، نحوه. وكان سفيان بن عيينة يدلس في هذا الحديث، فربما ذكره عن زائدة، عن عبد الملك بن عمير، وربما لم يذكر فيه عن زائدة."

(سفیان بن عیینہ نے زائدہ بن قدامہ سے انہوں نے عبد الملک بن عمیر سے انہوں نے ربعی سے انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اقتداء کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے: ابو بکر اور عمر"۔ اس حدیث کو احمد بن منیع اور غیر واحد لوگوں نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے براہ راست عبد الملک بن

عمیر سے نقل کیا ہے، سفیان بن عیینہ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے، پس کبھی وہ عبد الملک اور اپنے درمیان زائدہ کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ان کا ذکر نہیں کرتے)۔

(سنن ترمذی:3662)

نوٹ: اس روایت کو امام ابن عیینہ سے عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی کے طریق سے امام شافعیؒ نے بھی روایت کیا ہے (دیکھیں: السنن الکبری للبیہقی:10056)۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ امام شافعی کی ابن عیینہ سے مروی روایات کا سماع پر محمول ہونے والا قاعدہ غلط ہے۔ نیز دیکھیں: مثال نمبر 1 اور 15۔

5- مثال نمبر5:

امام ابو داودؒ ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حدثنا مسدد، وعثمان بن أبي شيبة، المعنى، وابن السرح، قالوا: حدثنا سفيان، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم، - قال مسدد: وابن السرح - يوما مسرورا، - وقال عثمان: - تعرف أسارير وجهه، فقال: " أي عائشة، ألم تري أن مجززا المدلجي رأى زيدا، وأسامة قد غطيا رءوسهما بقطيفة، وبدت أقدامهما فقال: إن هذه الأقدام بعضها من بعض "

حدثنا قتيبة، حدثنا الليث، عن ابن شهاب، بإسناده ومعناه. قال: قالت: دخل علي مسرورا تبرق أسارير وجهه، قال أبو داود: «وأسارير وجهه لم يحفظه ابن عيينة»، قال أبو داود: " أسارير وجهه هو تدليس من ابن عيينة، لم يسمعه من الزهري إنما سمع الأسارير من غيره، قال: والأسارير في حديث الليث، وغيره ""

(یعنی اس حدیث میں سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت کرتے ہوئے جو الفاظ استعمال کیے ہیں: " **تعرف أسارير وجهه**" وہ انہوں نے زہری سے نہیں سنے، کیونکہ یہ الفاظ زہری سے لیث وغیرہ نے نقل کیے ہیں، گویا ابن عیینہ نے ان الفاظ کو ان سے اخذ کیا اور ان سے تدلیس کی ہے)۔

(سنن ابی داود:2267-2268)

اس حدیث میں مطلق تدلیس نہیں ہے بلکہ یہ حدیث امام ابن عیینہ نے امام زہری سے براہ راست سن رکھی ہے جیسا کہ امام حمیدی وغیرہ نے اس میں ان کی سماع کی تصریح نقل کی ہے۔ امام ابو داود کا دعوی محض یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف مذکورہ الفاظ کو امام ابن عیینہ نے کسی اور سے لے کر تدلیس کی ہے۔ اور یہ واسطہ امام حمیدی نے ظاہر بھی کر دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

" ثنا سفيان قال: ثنا الزهري قال: أخبرني عروة بن الزبير، عن عائشة قالت: دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم مسرورا فقال: " يا عائشة ألم تري أن مجززا المدلجي دخل علي فرأى زيدا وأسامة وعليهما قطيفة قد غطيا رءوسهما وبدت أقدامهما، فقال: إن هذه الأقدام بعضها من بعض "

حدثنا الحميدي قال: ثنا وقال سفيان: وسمعت ابن جريج يحدث به، عن الزهري فقال فيه: «ألم ترى أن محرزا المدلجي» فقلت: يا أبا الوليد إنما هو مجزز المدلجي فانكسر ورجع "

(مسند الحمیدی:241)

امام حمیدی کی اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ امام ابن عیینہ نے اس حدیث میں سماع کی تصریح کی ہوئی ہے۔ اور جن الفاظ کو امام ابو داود نے کہا ہے کہ وہ ابن عیینہ نے زہری سے نہیں سنے وہ انہوں نے غالبا امام ابن جریج سے سنے ہیں، جیسا کہ اس روایت میں ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ امام ابن جریج کی اس روایت کے دوسرے طریق میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

لیکن کیا امام ابن عیینہ نے یہاں واقعی ان الفاظ کی تدلیس کی ہے؟

خود امام ابو داود کے قول کے مطابق اس روایت کو امام ابن عیینہ سے عثمان بن ابی شیبہ کے علاوہ مسدد اور ابن السرح نے بھی روایت کیا ہے لیکن ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہے۔ اسی طرح اس روایت کو امام ابن عیینہ سے امام اسحاق بن راہویہ، امام حمیدی، قتیبہ بن سعید، ابو بکر بن ابی شیبہ، عمرو الناقد، اور زہیر بن حرب وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن ان کی روایات میں بھی یہ الفاظ نہیں ہے۔ تو اگر یہ الفاظ صرف عثمان بن ابی شیبہ کی روایت میں ہی پائے جاتے ہیں تو غالب گمان تو یہی ہے کہ غلطی عثمان سے ہی ہوئی ہے، جبکہ ابن عیینہ کی اصل روایت میں اصلا تدلیس نہیں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

6- مثال نمبر6:

صحیح مسلم میں امام ابن عیینہ کی ایک حدیث ہے کہ:

"حدثنا ابن أبي عمر، حدثنا سفيان، عن الزهري، عن عامر بن سعد، عن أبيه، قال: قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم قسما، فقلت: يا رسول الله، أعط فلانا فإنه مؤمن، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «أو مسلم» أقولها ثلاثا، ويرددها علي ثلاثا «أو مسلم»، ثم قال: «إني لأعطي الرجل، وغيره أحب إلي منه، مخافة أن يكبه الله في النار»"

(صحیح مسلم:150)

اس حدیث میں امام مسلم پر استدراک کرتے ہوئے امام دار قطنی فرماتے ہیں:

"وأخرج مسلم عن ابن أبي عمر عن سفيان عن الزهري عن عامر بن سعد عن أبيه أن النبي (صلى الله عليه وسلم) قسم قسماً أو مسلم. وقال الحميدي عن ابن عيينة عن معمر عن الزهري."

(مسلم نے ابن ابی عمر عن سفیان عن زہری عن عامر۔۔۔کے طریق سے روایت نقل کی ہے، جبکہ حمیدی نے اسے عن ابن عیینہ عن معمر عن زہری کے طریق سے نقل کیا ہے)۔

(الالزامات والتتبع للدار قطنی:60)

امام دار قطنیؒ کا یہ قول امام ابن عیینہؒ کی تدلیس کی طرف واضح اشارہ ہے۔ نیز اس حدیث کو امام حمیدی نے اس طرح روایت کیا ہے:

"ثنا سفيان، ثنا معمر، عن الزهري"

(مسند الحمیدی:68)

امام نووی نے اس استدراک کو نقل کیا اور فرمایا:

"قلت وهذا الذي قاله هؤلاء في هذا الإسناد قد يقال لا ينبغي أن يوافقوا عليه لأنه يحتمل أن سفيان سمعه من الزهري مرة وسمعه من معمر عن الزهري مرة فرواه على الوجهين فلا يقدح أحدهما في الآخر ولكن انضمت أمور اقتضت ما ذكروه منها أن سفيان مدلس وقد قال عن ومنها أن أكثر أصحابه رووه عن معمر وقد يجاب عن هذا بما قدمناه من أن مسلما رحمه الله لا يروي عن مدلس

قال عن إلا أن يثبت أنه سمعه ممن عنعن عنه وكيف كان فهذا الكلام فى الاسناد لا يؤثر في المتن فإنه صحيح على كل تقدير متصل والله أعلم"

(میں کہتاہوں کہ ان ائمہ نے جو کچھ اس اسناد کے بارے میں کہاہے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان کی بات اس لائق نہیں کہ اس کی موافقت کی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ سفیان نے اس حدیث کو ایک بار زہری سے سنا اور ایک بار معمر عن زہری سے سنا، تو اسے انہوں نے دونوں طریقوں سے روایت کر دیا لہٰذا ان میں سے ایک دوسری کے لیے قادح نہیں ہے۔(امام نووی فرماتے ہیں) لیکن یہاں بعض ایسے امور اس میں شامل ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ان ائمہ نے ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ سفیان مدلس ہیں، اور اس روایت میں انہوں نے عن کہا ہے، اور اسی طرح ان کے اکثر اصحاب نے اسے معمر کے ذریعے ہی نقل کیا ہے (لہٰذا یہاں تدلیس راجح ہے)، اور اس کا بھی جواب یہ دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ امام مسلمؒ کسی مدلس سے ایسی کوئی روایت بیان نہیں کرتے جس میں اس نے عن کہا ہو الا یہ کہ اس میں اس کا اپنے شیخ سے سماع ثابت ہوتا ہے، بہرحال اس اسناد پر یہ کلام متن پر اثرانداز نہیں ہوتا، پس یہ حدیث ہر صورت میں صحیح اور متصل ہے، واللہ اعلم)۔

(شرح النووی علی مسلم:2/182)

امام نووی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اس روایت میں سفیان بن عیینہ کی تدلیس راجح ہے جبکہ ان کے نزدیک اس روایت میں ابن عیینہ کا ایک بار معمر سے سننا اور ایک بار زہری سے سننے کا احتمال ضعیف ہے، لیکن آخر میں انہوں نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ ابن عیینہ کی اس تدلیس کا روایت و متن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اس مثال سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحیحین میں مدلسین کی تمام معنعن روایات میں دیگر طرق سے سماع ثابت ہوتا ہے، ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔

7- مثال نمبر7:

ابراہیم بن بشار الرمادی فرماتے ہیں:"ثنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن الحسن بن محمد بن علي قال: «كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا جاءه مال لم يبيته ولم يقيله» قال: فقال له رجل يا أبا محمد سماع من عمرو بن دينار؟ قال: دعه لا تفسده قال: يا أبا محمد سماع من عمرو بن دينار؟ قال: ويحك لا تفسده ابن جريج عن عمرو بن دينار؟ قال: يا أبا محمد سماع من ابن جريج؟ قال: ويحك كم

تفسده، الضحاك بن مخلد أبو عاصم عن ابن جريج قال: يا أبا محمد سماع من أبي عاصم؟ . . . قال: ويحك كم تفسده، حدثني علي بن المديني عن الضحاك بن مخلد عن ابن جريج عن عمرو بن دينار، ثم قال ابن عيينة: تلوموني على علي بن المديني لما أتعلم منه أكثر مما يتعلم مني " "

(ابن عیینہ نے ہمیں عمرو بن دینار عن الحسن بن محمد بن علی کے طریق سے ایک روایت بیان کی، انہوں نے فرمایا: "نبی ﷺ کے پاس جب کوئی مال آتا (اگر شام کو آتا تو) ایک رات اور (اگر صبح کو آتا) تو ایک دوپہر سے زیادہ آپ اسے اپنے پاس نہ رکھتے"۔ تو ایک شخص نے ابن عیینہ سے کہا: اے ابو محمد، کیا آپ نے عمرو بن دینار سے اس کا سماع کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: چھوڑو اسے خراب نہ کرو، اس نے پھر پوچھا: اے ابو محمد، عمرو بن دینار سے سماع ہے؟ انہوں نے فرمایا: تمہارا ستیاناس کتنا تم اسے خراب کرتے ہو، الضحاک بن مخلد ابو عاصم نے اسے ابن جریج سے نقل کیا ہے۔ اس نے کہا: اے ابو محمد، ابو عاصم سے سماع ہے؟ انہوں نے فرمایا: تمہارا ستیاناس تم اسے کتنا خراب کرتے ہو، مجھے علی بن المدینی نے الضحاک بن مخلد سے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے۔ پھر ابن عیینہ نے فرمایا: تم لوگ مجھ پر علی بن المدینی کی وجہ سے ملامت کرتے ہو، حالانکہ میں نے اس سے جو کچھ سیکھا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو اس نے مجھ سے سیکھا ہے)۔

(الکفایہ للخطیب: ص360، ومعجم ابن الاعرابی: 1983، والارشاد للخلیلی: 71، والجلیس الصالح للمعافی بن زکریا: ص520، وتاریخ دمشق لابن عساکر: 24 / 357، واللطائف من علوم المعارف لابی موسی المدینی: 436، والاربعین لابن المفضل المقدسی: 96)

مذکورہ بالا حدیث کو امام ابن جریج کے طریق سے روایت کرنے میں ابو عاصم کی متابعت الحجاج بن محمد المصیصی نے بھی کی، جسے ان سے امام ابو عبید القاسم بن سلام نے بیان کیا ہے:

چنانچہ امام ابو عبید القاسم بن سلام اپنی کتاب الاموال (617) میں فرماتے ہیں: حدثني حجاج، عن ابن جريج، قال: أخبرني عمرو بن دينار۔

امام ابو عبید القاسم سے اس روایت کو ابن زنجویہ نے الاموال (3) میں اور امام بیہقی نے السنن الکبری (13031) میں بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام عبد الرزاق نے بھی اس روایت کو ابن جریج سے اپنی مصنف میں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

" عن ابن جريج قال: أخبرني عمرو بن دينار، عن جبير بن محمد "(مصنف عبد الرزاق: 7286)

البتہ مصنف عبد الرزاق کے مطبوعہ نسخے میں یہاں غلطی سے الحسن بن محمد کی بجائے جبیر بن محمد لکھا گیا ہے، اور اس کی تصحیح امام بیہقی نے اپنی السنن الکبری (13031) میں عبد الرزاق کے طریق سے اسے روایت کر کے کر دی ہے۔

8- مثال نمبر 8:

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "حدثنا عمرو الناقد. قال: حدثنا سفيان بن عيينة، عن عمرو بن دينار، أن ابن الزبير كان لا يدع شيئاً إلا خالفهم فيه ـ يعني بني أمية ـ قال: فقلت: يا أبا محمد، سَمِعتُهُ من عمرو؟ قال: فقال: انظروا إليه لا يأخذه عفواً، العلاء، عن عمرو بن دينار. قال: فقلت: يا أبا محمد، سَمِعتُهُ من العلاء؟ قال: فقال: انظروا لا يأخذه عفواً. العلاء، عن سلم بن قتيبة، عن عمرو بن دينار"

(عمرو الناقد نے ہمیں بیان کیا، فرمایا: سفیان بن عیینہ نے ہمیں عمرو بن دینار سے حدیث بیان کی، کہ ابن الزبیر کسی چیز کو نہیں چھوڑتے جب تک اس میں ان کی مخالفت نہ کر لیتے۔یعنی بنو امیہ کی۔ عمرو الناقد کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے کہا: اے ابو محمد، کیا اسے آپ نے عمرو بن دینار سے خود سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اسے دیکھو یہ اس چیز کو ہلکا نہیں لیتا ہے، (اسے) العلاء (بن المنہال) نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ عمرو الناقد کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اَبو محمد، کیا آپ نے اسے العلاء سے سنا ہے؟ فرمایا: اسے دیکھو یہ اس چیز کو ہلکا نہیں لیتا ہے، العلاء (بن المنہال) نے اسے سلم بن قتیبہ (الباہلی) سے اور انہوں نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے)۔

(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد، روایۃ عبد اللہ: 2175)

9- مثال نمبر 9:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "حدثنا سفيان، عن الزهري. قال: إذا أتاها قبل أن يكفر كفر مرتين. قيل له: سَمِعتُهُ من الزهري؟ قال: لا."

(سفیان نے ہمیں زہری کے واسطے سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد کفارہ ادا کرنے سے قبل تعلقات قائم کرتا ہے اس پر دو کفارے ہیں، سفیان سے پوچھا گیا، کیا آپ نے یہ قول زہری سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں)۔

(العلل و معرفۃ الرجال لاحمد، روایۃ عبد اللہ: 163)

اس قول کو امام زہری سے معمر بن راشد نے بیان کیا ہے (دیکھیں: مصنف عبد الرزاق: 11530)۔

10- مثال نمبر 10:

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "حدثنا شعيب بن حرب.، قال: حدثنا سفيان بن عيينة بحديث، عن ابن أبي نجيح، عن عطا في الهدي. قال: ركوب يومين، ومشي يومين. قال شعيب: فقلت: لسفيان: سَمِعتُهُ من ابن أبي نجيح؟ فقال: فأنت ممن سَمِعتُهُ؟ قال شعيب: فقلت: له: سَمِعتُهُ من إبراهيم بن نافع، عن ابن أبي نجيح. فقال سفيان: وأنا سَمِعتُهُ من إبراهيم بن نافع، عن ابن أبي نجيح."

(شعیب بن حرب نے ہمیں بیان کیا، فرمایا: سفیان بن عیینہ نے ہمیں ابن ابی نجیح عن عطاء سے ہدی کے بارے میں حدیث بیان کی، عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: (رمی الجمار) دو دن سواری پر، اور دو دن پیدل چل کر کی جائے۔ شعیب نے کہا میں نے سفیان سے پوچھا: کیا آپ نے یہ قول ابن ابی نجیح سے خود سنا ہے، انہوں نے فرمایا: آپ نے یہ قول کس سے سنا ہے؟ شعیب نے کہا: میں نے کہا: میں نے یہ قول ابراہیم بن نافع سے سنا ہے انہوں نے اسے ابن ابی نجیح سے بیان کیا ہے، تو سفیان نے کہا: میں نے بھی یہ قول ابراہیم بن نافع کے ذریعے سے ابن ابی نجیح سے سنا ہے)۔

(العلل و معرفۃ الرجال لاحمد، روایۃ عبد اللہ: 5137)

سفیان عن ابرہیم بن نافع عن ابن ابی نجیح قال قال عطاء کے طریق سے یہ روایت السنن الکبری للبیہقی (5/213ح9560)، اور "حدیث سفیان بن عیینہ روایۃ المروزی" (32) میں بھی مروی ہے۔

11- مثال نمبر11:

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:"حدثنا سفيان بن عيينة يوما عن زيد بن أسلم عن علي بن الحسين قال يجزي الجنب أن ينغمس في الماء قلنا من دون زيد بن أسلم قال معمر قلنا من دون معمر قال ذاك الصنعاني عبد الرزاق "

(سفیان بن عیینہ نے ایک دن ہمیں زید بن اسلم عن علی بن الحسین کے طریق سے حدیث بیان کی کہ علی بن الحسین نے فرمایا: "جنبی کے لیے پانی میں غوطہ لگالینا کافی ہے"، ہم نے سفیان سے کہا: زید بن اسلم سے پہلے کون راوی ہے؟ فرمایا: معمر۔ ہم نے کہا: معمر سے پہلے کون راوی ہے؟ فرمایا: وہ صنعانی یعنی عبد الرزاق)۔

(التمہید لابن عبد البر: 1/ 31، واسنادہ صحیح الی احمد)

12- مثال نمبر12:

عبد اللہ بن الامام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:"حدثني سلمة. قال: حدثنا الحميدي. قال: سمعت سفيان. وسئل عن حديث عبد الملك هذا، أَسَمِعتَهُ من عبد الملك؟ قال: لم أسمعه كله، ثم سمعت سفيان حدث عن عبد الملك، عن قبيصة بن جابر. قال: صحبت طلحة بن عبيد الله، فما رأيت رجلاً أعطى لجزيل مال عن غير مسألة منه، وذكر أنه سمعه من عبد الملك، فظننت أنه لم يسمعه كله"

(سلمہ (بن شبیب) نے مجھے بیان کیا، فرمایا: الحمیدی نے ہمیں بیان کیا، فرمایا: میں نے سفیان (بن عیینہ) کو سنا، ان سے عبد الملک (بن عمیر) کی اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا، کیا آپ نے یہ حدیث عبد الملک سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ساری روایت میں نے نہیں سنی۔ (الحمیدی کہتے ہیں) پھر میں نے سفیان کو اس روایت کو عبد الملک عن قبیصہ بن جابر سے بیان کرتے سنا، قبیصہ نے فرمایا: "میں نے طلحہ بن عبید اللہ کی صحبت اختیار کی، اور ان سے زیادہ میں نے کسی کو بغیر پوچھے مال عطیہ کرنے والا نہیں دیکھا"، اور ابن عیینہ نے ذکر کیا کہ انہوں نے یہ روایت عبد الملک سے سنی ہے، تو میں نے گمان کیا کہ یہ روایت ساری کی ساری انہوں نے نہیں سنی ہے)۔

(العلل و معرفۃ الرجال، روایۃ عبد اللہ: 6013، وانظر: المعرفۃ والتاریخ للفسوی: 1/ 459)

مذکورہ روایت امام سفیان بن عیینہ کے طریق سے درج ذیل کتب میں مروی ہے:

التاریخ الکبیر للبخاری(7/175)، والمعرفۃ والتاریخ للفسوی(1/459)، وکتاب الزیادات في کتاب الجود والسخاء للطبرانی(4)، وتاریخ دمشق لابن عساکر(25/98،59/178)، وتہذیب الکمال(13/420)، وتاریخ الاسلام للذہبی(2/695)، والاصابہ لابن حجر(3/432)، وتہذیب التہذیب(5/21،8/345)۔

عبد الملک بن عمیر سے اس روایت کو امام ابن عیینہ کے علاوہ محمد بن سعید بن ابان الاموی القرشی (ثقہ)، اور جریر بن حازم (ثقہ) نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھیں: تاریخ دمشق(59/178)، اور کتاب الزیادات فی کتاب الجود والسخاء للطبرانی(4)۔

نوٹ: یہ مثال تدلیس سے زیادہ سفیان بن عیینہ کے حافظے کی غلطی پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خود انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ روایت عبد الملک سے سنی ہے، لیکن چونکہ پوری روایت نہیں سنی تھی اس لیے جب انہوں نے اس روایت پر مطلقا فرمایا کہ میں نے یہ روایت سنی ہے تو وہ بھول گئے کہ انہوں نے یہ روایت مکمل نہیں سنی۔ واللہ اعلم۔

13- مثال نمبر13:

امام حاکم فرماتے ہیں:"حدثناه أبو الطيب محمد بن أحمد الكرابيسي قال حدثنا إبراهيم بن محمد المروزى قال حدثنا علي بن خشرم قال كنا عند سفيان بن عيينة في مجلسه فقال قال الزهري فقيل له حدثكم الزهري فسكت ثم قال الزهري فقيل له سمعته من الزهري فقال لا لم أسمعه من الزهري ولا ممن سمعه عن الزهري حدثني عبد الرزاق عن معمر عن الزهري "

(علی بن خشرم کہتے ہیں، ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں موجود تھے، تو انہوں نے کہا: زہری نے فرمایا۔۔۔ تو ان سے پوچھا گیا، کیا یہ بات زہری نے آپ کو خود بیان کی ہے؟ تو وہ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: زہری نے فرمایا۔ تو ان سے پوچھا گیا، آپ نے یہ بات زہری سے خود سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے یہ بات زہری سے خود نہیں سنی، اور نہ ہی زہری سے اسے سننے والے سے میں نے سنی ہے، اسے عبد الرزاق نے مجھے معمر کے ذریعے سے زہری سے بیان کیا ہے)۔

(المدخل الی کتاب الاکلیل للحاکم: ص45-46، ومعرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص104، والکفایہ للخطیب: ص359)

اس کی سند میں ابراہیم بن محمد المروزی السکری مجہول الحال ہے۔

14- مثال نمبر14:

امام حاکمؒ روایت کرتے ہیں:

"وأخبرني محمد بن المؤمل بن الحسن، ثنا الفضل بن محمد، ثنا أحمد بن حنبل، قال: قرئ على سفيان بن عيينة وأنا شاهد الزهري، عن عبيد الله، عن ابن عباس رضي الله عنهما، ﴿ما أغنى عنه ماله وما كسب﴾ [المسد: 2] قال: «كسبه ولده» قال أحمد بن حنبل: **لم يذكر لنا ابن عيينة سماعه فيه، ثم بلغني أنه سمعه من عمر بن حبيب**"

(احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ پر ایک حدیث کی قراءت کی گئی جبکہ میں اس کا گواہ تھا، کہ زہری نے عبید اللہ سے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت "ما أغنى عنه ماله وما كسب" میں کسب کی تعبیر انسان کی اولاد سے کی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ابن عیینہ نے اس روایت میں ہمیں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن پھر مجھے یہ خبر پہنچی کہ اس روایت کو انہوں نے عمر بن حبیب سے سنا ہے)۔

(المستدرک:3985)

عمر بن حبیب المکی کے بارے میں امام ابن عیینہ نے خود فرمایا ہے کہ: "كَانَ صاحبا لنا حافظا" (عمر بن حبیب المکی ہمارے ساتھی ہیں، حافظ ہیں) (التاریخ الکبیر للبخاری:6/148)۔ نیز امام احمد اور مام ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

15- مثال نمبر15:

امام شافعی امام ابن عیینہ سے ایک روایت بیان کرتے ہیں:

"أنا سفيان، عن زيد بن أسلم، عن أبيه، " أن عمر رضي الله عنه توضأ من ماء نصرانية في جرة نصرانية"

(الام للشافعی:1/21، والسنن الکبری للبیہقی:129)

اس روایت کے بارے میں ایک دوسری جگہ امام سفیان بن عیینہ خود فرماتے ہیں کہ اسے میں نے زید بن اسلم سے نہیں سنا۔ چنانچہ امام بیہقی نقل کرتے ہیں:

"وأخبرنا أبو الحسين بن بشران، أنا إسماعيل بن محمد الصفار، ثنا سعدان بن نصر، ثنا سفيان قال: حدثونا عن زيد بن أسلم - ولم أسمعه - عن أبيه "

(سفیان بن عیینہ نے کہا: لوگوں نے ہمیں زید بن اسلم سے حدیث بیان کی ہے--اور میں نے اسے نہیں سنا-- کہ انہوں نے اپنے سے بیان کیا۔۔۔)

(السنن الکبری للبیہقی:130، نیز دیکھیں: سنن دار قطنی:63)

اس مثال سے بھی ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ کی ابن عیینہ سے تمام معنعن روایات ابن عیینہ کے سماع پر محمول نہیں ہوتی ہیں۔ نیز دیکھیں: مثال اول، اور مثال نمبر 4۔

امام سفیان بن عیینہؒ تدلیس کیوں کرتے تھے؟

محدثین تدلیس کیوں کرتے تھے اس کے کئی اسباب علماء نے ذکر کیے ہیں۔ ان اسباب میں سے بعض مکروہ ہیں بعض جائز اور بعض راوی کی ثقاہت کو مجروح یا کم کر دیتے ہیں، جیسے بکثرت متروک یا مجہول لوگوں سے تدلیس کرنا جیسے بقیہ بن الولید۔ ثقہ ائمہ حفاظ میں سے جو لوگ تدلیس کرتے تھے ان کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آخر الذکر تدلیس کا ارتکاب کرتے تھے جس سے ان کی ثقاہت میں کمی آئے۔ چنانچہ ابن عیینہ، اور ثوری جیسے ثقہ ائمہ سے جس قسم کی تدلیس متوقع ہو سکتی ہے وہ خفیف قسم کی تدلیس ہے۔ چنانچہ امام ابن عیینہ کی تدلیس کے بارے میں محدثین کے اقوال اور اوپر بیان کردہ مثالوں سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیوخ کی انہی روایات میں تدلیس کرتے تھے جو ثقات سے منقول ہوں یا وہ اس شیخ سے ثابت ہوں، کیونکہ اوپر جتنی بھی مثالیں ذکر ہوئی ہیں ان میں ساقط راوی ثقہ ہی ہے اور روایت اس سے ثابت ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔
چنانچہ امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثالوں اور محدثین کے اقوال سے ان کی تدلیس کے جو اسباب ظاہر ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1- **مسموع روایت کو کسی اور کے ذریعے ضبط کرنا:** امام ابن عیینہ کی تدلیس بعض اوقات ایسی روایات میں ہوتی ہے جو خود انہوں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوتی ہیں لیکن کسی وجہ سے وہ انہیں محفوظ نہیں رکھ پاتے، یا اس کا متن انہیں پوری طرح سے یاد نہ ہو، تو وہ انہیں اس شیخ کے دوسرے شاگردوں کے ذریعے محفوظ کر کے ان سے تدلیس کرتے ہیں۔ دیکھیں: مثال نمبر 3، نیز دیکھیں مسند حمیدی (291)، والسنن الماثورہ للشافعی (614)۔

2- صغار سے روایت کرنا: کسی محدث کی تدلیس کے اسباب میں یہ بھی شامل ہے کہ محدث کا شیخ چھوٹی عمر کا ہو، یا اس کے طبقہ کے اعتبار سے صغار میں سے ہو۔ اس لیے کہ اگر استاد اپنے شاگرد سے روایت کرتا ہے تو یہ اس شاگرد کے لیے عدمِ تواضع کا سبب بن سکتا ہے، یا لوگ اس کو بُرا جانتے ہیں، یا استاد کو شرم آتی ہے کہ اپنے سے چھوٹے سے روایت کرے، تو اس لیے وہ اس کا نام گِرا کر براہ راست اپنے شیخ سے روایت کر دیتا ہے۔ امام ابن عیینہ کی مذکورہ بالا تدلیس کی مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے بعض صغار سے اس لیے بھی تدلیس کی ہے کہ لوگ ان کا اپنے سے چھوٹوں سے روایت کرنے کو بُرا جانتے تھے، اس لیے امام ابن عیینہ نے امام علی بن مدینی سے اپنی تدلیس شدہ روایت کے تحت فرمایا: "تلوموني على علي بن المديني لما أتعلم منه أكثر مما يتعلم مني"۔

چنانچہ ان کی تدلیس کی مثالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے درج ذیل صغار سے تدلیس کی ہے:

- ابو اسامہ حماد بن اسامہ عن جعفر الاحمر عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر۔
- علی بن المدینی عن ابو عاصم الضحاک بن مخلد عن ابن جریج عن عمرو بن دینار۔
- عبد الرزاق عن معمر عن زید بن اسلم
- عبد الرزاق عن معمر عن زہری

3- مکثر شیخ سے بعض روایتوں کا رہ جانا: بعض اوقات محدث اپنے کسی شیخ سے بکثرت روایت کرنے کی وجہ سے جانا جاتا ہے اور وہ اس کی ساری روایات کو جانتا ہے، لیکن بعض اوقات اس کی کچھ روایات اس سے رہ جاتی ہیں، تو وہ ان بعض روایات کو اس شیخ کے دیگر شاگردوں سے اخذ کر کے ان کو گرا دیتا ہے تاکہ وہ اپنے شیخ کی تمام روایات کا احاطہ کر لے۔ یہ بھی امام ابن عیینہ کی تدلیس کا ایک سبب ہے، کیونکہ ابن عیینہ اپنے دو خاص شیوخ یعنی عمرو بن دینار اور ابن شہاب زہری سے روایت کرنے میں تمام لوگوں میں سب سے مقدم ہیں۔ اس لیے ان کی بعض روایات کا سماع جب ان سے رہ گیا تو انہوں نے اس میں تدلیس کی، تاکہ ان کی تمام روایات کا احاطہ ہو جائے۔ اور چونکہ وہ اپنے ان دو مشائخ کی روایات کے بارے میں اثبت ترین شمار کیے جاتے ہیں اس لیے وہ ان کی روایات میں سے صحیح و سقیم کے فرق کو بھی جانتے تھے اس لیے انہوں نے ان کی روایات میں سے صحیح کا انتخاب کر کے ہی تدلیس کی ہے۔

چنانچہ ان کی تدلیس کی مثالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے درج ذیل طرق سے ان مشائخ سے تدلیس کی ہے:

- علی بن المدینی عن ابو عاصم الضحاک بن مخلد عن ابن جریج عن عمرو بن دینار۔
- العلاء بن المنہال عن سلم بن قتیبہ عن عمرو بن دینار۔

- معمر بن راشد عن زہری
- عبد الرزاق عن معمر عن زہری
- وائل بن داود عن ابنہ عن الزہری

امام ابن عیینہ کی تدلیس کے اس سبب کو امام حاکم نے بھی المعرفۃ میں ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھیں اس مضمون میں نیچے: "امام سفیان بن عیینہؒ کی تدلیس محدثین کے نزدیک قابلِ برداشت ہونے کے اسباب" میں پانچواں سبب۔

4- **متقدم شیخ کی اسناد کا علو برقرار رکھنا:** تدلیس کے اَسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ بعض اوقات محدث اسناد کو عالی بنانے کے لیے راوی کو گرا دیتا ہے۔ محدث نے کسی متقدم شیخ سے حدیث کا سماع کیا ہو، لیکن اس کی بعض یا اکثر حدیثوں کو اس نے براہ راست نہ سنا ہو، تو وہ سند کے علو کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے اور اس شیخ کے درمیان سے راوی کو گرا دیتا ہے۔ یہ بھی امام ابن عیینہ کی تدلیس کا ایک ممکنہ سبب ہے، کیونکہ امام ابن عیینہ نے اپنے بعض متقدم مشائخ سے سماعِ حدیث کیا ہے جیسے عمرو بن یحیی المازنی، اور ان کی ایک حدیث میں سماع نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے سند کا علو برقرار رکھنے کے لیے اس میں تدلیس کی ہے لیکن اس کا واسطہ بھی ثقہ ہے۔

5- **حیات شخص سے روایت کرنا:** تدلیس کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ جس سے روایت محفوظ کی گئی ہو وہ حیات ہو تو بعض محدثین اس سے روایت کرنا ناپسند کرتے تھے، اس لیے وہ اس کے ذکر کے بغیر اس سے تدلیس کر لیا کرتے تھے، کیونکہ زندہ انسان کے حافظے کا بھروسہ نہیں ہوتا کہ کب اسے اپنی روایت کی ہوئی بات بھول جائے، اور اس کی وجہ سے اس محدث پر الزام لگ جائے۔ اسی لیے امام شافعیؒ جو امام ابن عیینہ کے شاگرد تھے، فرمایا کرتے تھے: "إياك والرواية عن الأحياء" (زندہ لوگوں سے روایت کرنے سے خبردار رہو) (الکفایہ للخطیب: ص139)۔ یہی قول معمر بن راشد، اور شعبی سے بھی مروی ہے۔ اور امام ابن جریج سے بھی یہی مروی ہے۔ امام خطیب بغدادی نے اس پر ایک پورا باب اپنی کتاب الکفایہ میں لکھا ہے (ذكر من كره من العلماء التحديث عن الأحياء) (ص139)۔

یہ بھی امام ابن عیینہ کی تدلیس کا ایک ممکنہ سبب ہے، کیونکہ حیات لوگوں سے روایت کرنے کی کراہت کو وہ بھی اپنے مشائخ کے ذریعے سے خوب جانتے تھے۔ چنانچہ امام سفیان بن عیینہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت ابن جريج فسمعته يقول: حدثنا رجل عن ابن عباس، وحدثنا رجل قال: سألت ابن عباس، فقلت ينبغي أن يكون هذا حيا، فلما كان يوم الجمعة تصفحت الأبواب، فإذا أنا بشيخ قد دخل من هاهنا- وأشار ابن عيينة إلى بعض أبواب المسجد- فقلت: رأيت ابن عباس؟ فقال: نعم!

سألت ابن عباس، ورأيت عبد الله بن عمر، وحدثنا ابن عباس، وسمعت ابن عباس. فسمعت منه، فجلست مع ابن جريج، فلما قال: حدثنا رجل قال: سمعت ابن عباس قلت: يا أبا الوليد حدثنا عبيد الله بن أبي يزيد عن ابن عباس فقال: قد غصت عليه يا غواص!!"

(میں ابن جریج کے پاس حاضر ہوا اور انہیں کہتے ہوئے سنا: "ہمیں ایک شخص نے ابن عباس سے بیان کیا"، اور "ہمیں ایک شخص نے کہا میں نے ابن عباس سے پوچھا"، تو میں نے سوچا لازم ہے کہ یہ شخص (جس کا نام وہ نہیں لے رہے) حیات ہو گا، پس جب جمعے کے دن آیا تو میں کتابوں کے صفحے پلٹ رہا تھا کہ اچانک ایک بزرگ ادھر سے داخل ہوئے۔ابن عیینہ نے مسجد کے کسی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ تو میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے ابن عباس کو دیکھا ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: ہاں! میں نے ابن عباس سے سوال کیا ہے، اور میں نے عبد اللہ بن عمر کو بھی دیکھا ہے، اور ابن عباس نے ہمیں حدیثیں بیان کی ہیں اور میں نے ان سے سنی ہیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں پس میں نے ان سے حدیثیں سنیں، پھر میں ابن جریج کی مجلس میں بیٹھا، جب انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے ہمیں بیان کیا کہ میں نے ابن عباس کو کہتے سنا ہے، تو میں نے ابن جریج سے کہا: اے ابو الولید، ہمیں عبید اللہ بن ابی یزید نے بیان کیا ہے کہ (یہ حدیث) انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن جریج نے کہا: تم نے انہیں کھوج ہی لیا اے غوطہ خور!)

(تاریخ بغداد: 9/177، واسنادہ صحیح)

چنانچہ امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثالوں میں جتنے لوگوں سے انہوں نے تدلیس کی ہے ان میں سے اکثر اس وقت حیات ہی تھے۔

پس ہمیں معلوم ہوا کہ امام ابن عیینہ تدلیس کیوں کرتے تھے اس کا جواب انہی مذکورہ بالا چھ اسباب میں موجود ہے۔ نیز ان اسباب میں سے ایک یا ایک سے زائد اسباب ان کی تدلیس کا سبب ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثالوں میں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملی ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ امام ابن عیینہ کی تدلیس کا سبب ضعیف راوی سے استشہاد یا روایت کرنا ہو۔ چنانچہ ہم بالاستقراء کہہ سکتے ہیں کہ امام ابن عیینہ کبھی کسی ضعیف راوی سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔

کیاامام سفیان بن عیینہؒ کثیر التدلیس تھے؟

حافظ علائی امام ابن عیینہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مكثر من التدليس"

(وہ بکثرت تدلیس کرتے تھے)۔

(جامع التحصیل:ص186)

اس کے علاوہ امام احمد سے ان کی تدلیس پر ایک مبہم قول ملتاہے،وہ فرماتے ہیں:" قد دلس قوم. ثم ذكر الأعمش. قال: كان هشيم يكثر- يعني التدليس- وسفيان بن عيينة أيضا ثم كان أبو حرة صاحب تدليس، ثم قال: كان أبو أشهب يدلس "(کئی لوگ تدلیس کرتے تھے، پھر انہوں نے اعمش کاذکر کیا، فرمایا: ہشیم بکثرت تدلیس کرتے تھے، اور سفیان بن عیینہ بھی (تدلیس کرتے تھے)، پھر ابو حرۃ (واصل بن عبد الرحمن) بھی صاحبِ تدلیس تھے، پھر فرمایا: ابو اشہب بھی تدلیس کرتے تھے)۔

(المعرفۃ والتاریخ للفسوی:2/633)

اس قول میں امام احمد نے ہشیم کو کثیر التدلیس کہاہے، اور سفیان بن عیینہ کے بعد "ایضا" کہاہے، جس سے یہ اشکال ہوتاہے کہ یہاں ایضاسے مراد کثرتِ تدلیس ہے، یا محض تدلیس کاثبوت ہے؟ غالب گمان یہی ہے کہ یہاں تدلیس کاثبوت مراد ہے کیونکہ امام احمد نے یہ کلام مطلق تدلیس کرنے والوں کے ذکر میں کہاہے، اور ان کے ذکر کے دوران صرف ہشیم کو انہوں نے کثرتِ تدلیس سے ذکر کیاہے، جبکہ ان کے بعد اور ان سے پہلے انہوں نے جتنے لوگ ذکر کیے ہیں ان کے بارے میں صرف ثبوتِ تدلیس کو ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال، اگر امام سفیان بن عیینہ کو کثیر التدلیس سمجھا جائے تو اس سے کیامراد ہے؟ کیااس سے مراد یہ ہے کہ ان کی روایات میں تدلیس غالب ہے؟ یاان کی تدلیس کی تعداد مطلقااس درجے تک پہنچتی ہے کہ اسے کثیر سے تعبیر کیاجائے، چاہے وہ ان کی کل روایات پر غالب نہ ہو؟

اس کاجواب یہی ہے کہ اس سے مراد مطلق تعداد مراد ہے۔ جبکہ امام سفیان بن عیینہ اپنی کثرتِ روایت کے مقابلے میں نہایت قلیل التدلیس تھے۔ اس بات کااندازہ اس سے بھی لگایاجاسکتاہے کہ امام ابن عیینہ نے ہزاروں حدیثیں نقل کی ہیں لیکن ان میں

سے ان کی تدلیس کی مثالیں ان کی کل روایات کے مقابلے میں بہت کم ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا۔ البتہ جو لوگ کثرتِ روایت کے مقابلے میں ان کی تدلیس کو نہیں دیکھتے وہ کہہ سکتے ہیں کہ 15 مثالیں مطلق طور پر کثرت شمار ہوتی ہیں۔

یہی بات ان کی خطاء یا غلطی کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ امام ابن عیینہ اپنی کثرتِ روایت کے مقابلے میں پائے کے ثقہ حافظ ہیں اور امام زہری کی روایت میں اثبت ترین رواۃ میں شمار ہوتے ہیں، لیکن زہری ہی کی بعض روایات میں ان سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ امام احمد سے جب پوچھا گیا کہ امام زہری کی روایت میں امام مالک اور امام ابن عیینہ میں سے کون زیادہ اثبت ہے تو انہوں نے فرمایا کہ مالک زیادہ پختہ ہیں جبکہ ابن عیینہ ان سے کثرت سے غلطی کرتے ہیں، نیز اس کثرت کو انہوں نے 15 خطاؤں سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بعض اَوقات ائمہ کرام جب کسی بڑے امام کی کثرتِ اوہام کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ ان کی کل روایات کے مقابلے میں ایسا نہیں کہتے بلکہ کسی دیگر چیز یا شخص کے مقابلے میں یا مطلق تعداد کے اعتبار سے ایسا کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر ہم امام ابن عیینہ کی تدلیس کو ان کی کل روایات کے مقابلے کی بجائے ان جیسے دیگر ائمہ حفاظ جیسے ثوری کی قلیل تدلیس کے مقابلے میں دیکھیں یا جن سے انہوں نے تدلیس کی ہے ان کی تعداد کو دیکھیں تو ممکن ہے کہ امام ابن عیینہ کو کثیر التدلیس کہا جائے۔

چنانچہ اس اعتبار سے ان کی قلتِ تدلیس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"كان ربما دلس"

(وہ کبھی کبھار تدلیس کیا کرتے تھے)

(تقریب التہذیب: 2451)

اور ان سے پہلے امام حاکم نے بھی ان کی قلیل تدلیس کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"قوم دلسوا عن قوم سمعوا منهم الكثير، وربما فاتهم الشيء عنهم، فيدلسونه"

(ایک قوم ایک دوسری قوم سے تدلیس کرتی ہے جن سے انہوں نے کثرت سے سماع کیا ہے، لیکن بعض اوقات ان کی کچھ روایتیں ان سے چھوٹ جاتی ہیں، تو وہ ان سے تدلیس کرتے ہیں)

(معرفۃ علوم الحدیث: ص108)

پھر اس کے تحت انہوں نے امام ابن عیینہ کا ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ:

"المتبحر في هذا العلم يميز بين ما سمعوه، وما دلسوه"

(اس علم میں گہرائی رکھنے والے ان کی مسموع اور مدلس حدیثوں میں تمیز کرتے ہیں)۔

(ایضا)

مزید یہ کہ امام سفیان بن عیینہ کی کل مرفوع مسند روایات میں سے –ایک اندازے کے مطابق–نوے فیصد (90٪) روایات سماع کی صراحت کے ساتھ مروی ہیں، ایسا اس لیے کہ ان کی اکثر روایات کو ان کے خاص شاگرد امام حمیدی نے نقل کیا ہے اور وہ اپنے شیوخ سے سماع کی تحقیق کو نقل کرنے میں باقی رواۃ سے زیادہ حریص نظر آتے ہیں اور اپنی روایات میں جہاں ممکن ہو وہاں اپنے سماع کے پس منظر کو بھی تفصیلا ذکر کرتے ہیں۔ اس لیے امام حمیدی جب اپنے استاد امام ابن عیینہ سے نقل کرتے ہیں تو ان کے سماع کی تصریح بھی بیان کرتے ہیں، اور ہمارے علم کے مطابق ابن عیینہ کی تدلیس کی جتنی بھی مثالیں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان سب کو جب امام حمیدی نے نقل کیا ہے تو انہیں مکمل متصل سند کے ساتھ یعنی محذوف راویوں کے ذکر کے ساتھ نقل کیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام حمیدی اپنے استاد کی مدلس اور غیر مدلس روایات میں تمیز کے قائل تھے اور ان میں سماع کی تحقیق کیا کرتے تھے۔

اسی طرح امام ابن عیینہ کے سب سے خاص شاگردوں میں امام احمد بن حنبل اور امام علی بن مدینی بھی شامل ہیں، اور وہ بھی ابن عیینہ کے سماع کی تحقیق کرنے والے اور ان کی احادیث کی علل کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ نیز ان کی ابن عیینہ سے روایات بھی اکثر سماع کی صراحت کے ساتھ مروی ہیں۔ اور اگر امام احمد یا ابن المدینی جیسا علل کا امام ان سے معنعن روایات بھی نقل کرے تو ان کا اسے بلا نکیر نقل کرنا ہی ہمارے لیے باعثِ اعتماد ہے، کیونکہ امام احمد اور امام ابن المدینی ان کی روایات میں سے مدلس اور غیر مدلس روایات کی پرکھ رکھتے تھے اور جیسا کہ اوپر مثالوں میں ہم نے دیکھا اور آگے مزید دیکھیں گے کہ وہ خود اپنے شیخ یعنی امام ابن عیینہ سے ان کے سماع کا سوال کیا کرتے تھے۔ اس لیے ائمہ علل جیسے امام احمد اور علی بن مدینی جو امام ابن عیینہ کے خاص شاگرد ہیں، ان کی ان سے معنعن روایات کو عام طور پر سماع پر ہی محمول کیا جائے گا، الا یہ کہ کسی خاص روایت میں تدلیس کا قرینہ مل جائے۔

پس معلوم ہوا کہ امام ابن عیینہ کی اکثر روایات یا تو سماع کی صراحت کے ساتھ مروی ہیں، یا انہیں ان سے ائمہ علل جیسے امام احمد اور امام علی بن مدینی نے نقل کیا ہے یا ان کے خاص شاگرد امام حمیدی نے ان سے نقل کیا جو ان کی روایات کے خاص عالم تھے۔ نیز یہ سب ان کے سماعات سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ اس طرح ان کی غیر مدلس اور متصل روایات کی تعداد نوے فیصد سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ باقی کی 10 سے کم فیصد روایات میں بھی ان کے دیگر کئی تلامذہ نے ان سے سماع کی تصریح بیان کی ہے جبکہ ان تک ضعیف سند سے مروی روایات کو بھی ہم نے اس سے الگ نہیں کیا ہے۔ بلاشبہ اس سب کے مقابلے میں امام ابن عیینہؒ کی تدلیس کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ پورے ذخیرۂ حدیث میں ان کی تدلیس کی صرف 15 مثالیں ثابت ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس پر مزید بحث کے لیے دیکھیں صفحہ 38۔

امام سفیان بن عیینہؒ کی تدلیس محدثین کے نزدیک قابلِ برداشت ہونے کے اسباب:

ائمہ کرام کے نزدیک امام ابن عیینہ کی تدلیس کے محتمل ہونے اور ان کے عنعنہ کے مقبول ہونے کے کئی اسباب ہیں۔ ان اسباب میں سے بعض ان کی تمام مرویات کے لیے عام ہیں، جبکہ بعض ان کے مخصوص شیوخ سے روایات کے لیے خاص ہیں۔ نیز یہ تمام اسباب مل کر ان کی روایات میں قادح تدلیس کے احتمال کو اتنا کم کر دیتے ہیں کہ اسے لائق التفات نہیں سمجھا جاتا۔ یہ اسباب درج ذیل ہیں:

1- پہلا سبب: امام ابن عیینہ کا حدیث کے ناقد وامام کے درجے پر فائز ہونا:

امام ابن عیینہ روایتِ حدیث میں کثرت کے علاوہ حدیث میں اپنی امامت اور نقد کے ساتھ مشہور تھے۔ اور ان کو اس امامت کے وصف کے ساتھ ذکر کرنے والے متعدد متقدمین ہیں، جیسے امام علی بن مدینی کا قول ہے کہ:

"قال لي يحيى بن سعيد : ما بقي من معلمي الذين تعلمت منهم غير سفيان بن عيينة . فقلت : يا أبا سعيد ، سفيان إمام في الحديث ؟ قال: سفيان أمام القوم منذ أربعين سنة "

(مجھ سے یحیی بن سعید القطان نے کہا، میرے اساتذہ جن سے میں نے علم حاصل کیا ان میں سے کوئی روئے زمین پر باقی نہیں رہا سوائے سفیان بن عیینہ کے، علی بن مدینی فرماتے ہیں میں نے پوچھا: اے ابو سعید: سفیان حدیث میں امام ہیں؟ فرمایا: سفیان پچھلے چالیس سال سے پوری قوم کے امام ہیں)۔

(المعرفہ والتاریخ للفسوی: 3/8، وتاریخ بغداد: 9/180)

اور امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

"سفيان بن عيينة إمام ثقة"

(سفیان بن عیینہ ثقہ امام ہیں)

(الجرح والتعدیل: 4/227)

نیز امام سفیان بن عیینہ کی علمِ حدیث میں امامت اور جلالت مسلّم ہے اور ان کا شمار ان ائمہ متقدمین میں ہوتا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے معرفتِ حدیث اور صحیح و معلول کی تمیز میں۔ اور جب ان کی اس فن میں امامت کو ان کی کثرتِ حدیث کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جائے تو ان کی محض چند حدیثوں میں تدلیس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کیونکہ کسی راوی کو حدیث میں امامت کے

ساتھ متصف نہیں کیا جاتا جب تک اس میں احادیث کی صحت کو پرکھنے، ان میں سے صحیح و معلول کو الگ کرنے، رجال کا علم، اسانید کے احوال، اور سماع و تحدیث کی تحقیق وغیرہ کا ملکہ نہ پایا جائے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو محض روایتِ حدیث میں نہیں بلکہ نقدِ حدیث میں بھی امامت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اور ان کے لیے امام عجلیؒ نے فرمایا ہے:

"وكان حسن الحديث يعد من حكماء أصحاب الحديث"

(وہ حسن الحدیث تھے، اور ان کا شمار اصحابِ حدیث کے حکماء میں ہوتا ہے)۔

(الثقات للعجلی:577)

ایسے شخص سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ جان بوجھ کر لوگوں کو غلط روایت بیان کرے گا۔

مزید یہ کہ ائمہ میں سے تدلیس کرنے والے اپنی تدلیس پر مصر نہیں ہوتے بلکہ پوچھے جانے پر وہ اپنے اور اپنے شیخ کے درمیان کے واسطے کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن القطان الفاسی فرماتے ہیں:

"وكل من دلس من الأئمة، فإنه كان يتحرى الصدق، ويصرح بالذي حدثه به إذا بوحث. قيل لابن عيينة في حديث رواه لهم عن الزهري: سمعته منه. قال: لا، قيل: فمن معمر عنه. قال: لا، حدثني به عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهري"

(ائمہ میں سے جو لوگ بھی تدلیس کرتے تھے وہ صدق کے حریص تھے اور پوچھے جانے پر واضح کر دیتے تھے کہ انہیں کس نے حدیث بیان کی ہے، ابن عیینہ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا جو انہوں نے زہری سے بیان کی تھی، کہ کیا آپ نے یہ زہری سے سنی ہے، تو انہوں نے فرمایا: نہیں، پوچھا گیا: کیا معمر نے بیان کی ہے، فرمایا: نہیں، مجھے یہ حدیث عبد الرزاق نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے بیان کی ہے۔)

(بیان الوہم والایہام:5/497-498)

اور اسی لیے امام حاکمؒ نے فرمایا ہے کہ مدلسین کی روایات میں سے ان کے سماع اور عدمِ سماع کی تحقیق کرنا ایک متبحر شخص کے لیے مشکل کام نہیں ہے اور یہ کہ ائمہ کرام نے ان کی احادیث کا تتبع کر کے ان کی تدلیس شدہ روایات کو ان کی غیر تدلیس شدہ روایات سے الگ کر کے واضح کر دیا ہے۔ پس وہ فرماتے ہیں:

" وأخبار المدلسين كثيرة وضبط الأئمة عنهم ما لم يدلسوا والتمييز بين ما دلسوا وما لم يدلسوا ظاهر في الاخبار "

(مدلسین کی خبریں بہت ساری ہیں اور ائمہ کرام نے ان سے ان کی غیر تدلیس شدہ روایات کو ضبط کر لیا ہے، نیز ان کی روایات میں سے ان کی تدلیس شدہ اور غیر تدلیس شدہ روایات میں تمیز کرنا اخبار میں بالکل ظاہر ہے)

(المدخل الی کتاب الاکلیل للحاکم: ص46)

یہ بات ائمہ میں سے تدلیس کرنے والوں کے حق میں بالاولیٰ درست ہے کیونکہ محدثین نے ان کی روایات کو زیادہ دقت سے پرکھا اور جانچا ہے اور ان کی روایات میں سے معلول اور غیر معلول کو کھول کھول کر واضح کر دیا ہے، پس ان کی روایات میں سے تدلیس اور عدمِ تدلیس کی نشاندہی کرنا زیادہ آسان ہے۔

الغرض مدلس کی روایت قبول کرنے میں جب اس کی امامت کو ایک سبب کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے تو اس میں درج ذیل اسباب شامل ہوتے ہیں:

1) حدیث میں مکثر ہونے اور فنِ حدیث میں امامت اور نقد کے درجے تک پہنچنے کی وجہ سے احادیث میں سے صحیح و معلول کی تمیز کرنے کی قابلیت ہونا۔
2) کثرتِ حدیث کے مقابلے میں نہایت قلیل التدلیس ہونا۔
3) پوچھے جانے پر اپنی تدلیس کو واضح کر دینا، اس پر اصرار نہ کرنا۔
4) کثرتِ تلامذہ اور تکرارِ تحدیث و مجالس کی وجہ سے کسی نہ کسی موقع پر واسطے کو ظاہر کر دینا۔
5) ائمہ علل اور محدثین کا ان کی شہرت اور امامت کے سبب ان کی روایات کا زیادہ اہتمام کرنا، ان کی روایات کا احاطہ کرنا، اور ان کی روایات میں سے معلول و غیر معلول کو الگ کرنا، نیز ان کی تدلیس شدہ روایات کو ان کی غیر تدلیس شدہ روایات سے الگ کرنا اور نشاندہی کرنا۔

2- دوسرا سبب: امام ابن عیینہ کا صرف ثقات سے تدلیس کرنا:

امام ابن عیینہ کے بارے میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ صرف ثقہ لوگوں سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ ان کی تدلیس کا ائمہ کے نزدیک قابلِ برداشت ہونے اور ان کے عنعنہ کا ان کے نزدیک مقبول ہونے میں یہی سبب سب سے مشہور اور اولیٰ ہے۔ اس پر کئی علماء نے اجماع بھی نقل کیا ہے، جیسا کہ آگے تفصیلا آئے گا۔

ابن عیینہ کی تدلیس کو نظر انداز کرنے میں علماء نے جس چیز کا اعتماد کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی تدلیس شدہ احادیث کا تتبع واستقراء کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی کوئی بھی حدیث ایسی نہیں پائی جاتی جس میں انہوں نے تدلیس کی ہو الا یہ کہ اسی حدیث میں دوسری جگہ ان کے سماع کی تصریح کسی ثقہ سے مل جاتی ہے جیسا کہ امام ابن حبان نے نقل کیا ہے۔

لہذا کسی کا یہ اعتراض یہاں کارآمد نہیں ہو گا کہ اگر ابن عیینہ صرف اپنے نزدیک ثقہ سے روات کرتے ہیں تو لازم نہیں کہ وہ راوی دوسروں کے نزدیک بھی ثقہ ہو، کیونکہ یہاں بات صرف اپنے نزدیک ثقہ سے روایت کرنے کی ہر گز نہیں ہے بلکہ یہ قاعدہ محدثین کے استقراء اور تتبع پر مبنی ہے ان کے نزدیک ابن عیینہ کی احادیث میں جہاں بھی تدلیس ہوئی ہے اس میں ساقط راوی بالاستقراء ہمیشہ ایسا ہی پایا گیا ہے جو نہ صرف ان کے نزدیک ثقہ ہے بلکہ محدثین کے نزدیک بھی ایک معروف اور موثوق شخص ہے۔ نیز اس قسم کے استقراء اور تتبع پر علم الجرح والتعدیل کے بے شمار دیگر قواعد کی بھی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

3- تیسرا سبب: امام ابن عیینہ کا قلیل التدلیس ہونا:

اس پر تفصیلی بحث اوپر گزر چکی ہے۔ امام ابن عیینہ کی قلتِ تدلیس پر محدثین کے بعض اقوال کے علاوہ بعض عملی اور استقرائی دلائل بھی دلالت کرتے ہیں، جیسے:

1) ان کی تدلیس کی محدود مثالیں ہونا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی تمام روایات میں سے ان کی جتنی بھی تدلیس کی مثالیں ہیں ہم نے اوپر ذکر کر دی ہیں، اس کے علاوہ کسی حدیث میں ہمارے علم کے مطابق ان سے تدلیس ثابت نہیں ہے۔
2) مشہور مدلس ہونے کے باوجود امام ابن عیینہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جن کی اکثر روایات میں صراحت کے ساتھ سماع اور خبر پائی جاتی ہے۔ اس کی سب سے اہم وجہ ان کے خاص شاگرد امام حمیدی ہیں جنہوں نے اپنی مسند میں اپنے استاد کی ہر ایک حدیث میں سماع کی صراحت کو واضح کر دیا ہے۔ اور جن چند روایتوں میں نہیں کیا ہے ان میں ان کے دوسرے تلامذہ نے کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی غیر مدلس کی روایتوں میں بھی کبھی اتنی کثرت سے سماع کی تصریح نہیں ملتی جتنی امام ابن عیینہ کی روایتوں میں ملتی ہیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتی ہے کہ ان کی اکثر روایتوں میں تدلیس نہیں ہے۔
3) ان کی قلتِ تدلیس کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ تدلیس پر سخت رویہ رکھنے والے شیخ زبیر علی زئی نے جب کتب ستہ پر تحقیق کی تو ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے وہ بھی زیادہ حدیثوں کو رد نہیں کر پائے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تحقیق میں پوری سنن ابی داود میں ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے رد ہونے والی حدیثوں میں صرف ایک ہی حدیث انہیں مل پائی۔ اسی طرح سنن اربعہ میں ابن عیینہ کی معنعن روایات پر ان کے اعتراضات کے اعداد کچھ اس طرح ہیں:
   - سنن ابی داود: 1
   - سنن ترمذی: 4
   - سنن نسائی: 1
   - سنن ابن ماجہ: 3

گویا پوری سنن اربعہ میں سفیان بن عیینہ کی بے شمار حدیثوں میں سے وہ صرف 9 حدیثوں پر ہی اعتراض کر پائے۔ حالانکہ اس سے زیادہ مثالیں انہوں نے ابن عیینہ سے بھی کم تر روایت کرنے والے اور اقل التدلیس مدلسین کی پیش کی ہیں۔

4) ان کی قلتِ تدلیس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اپنی کئی روایتوں میں امام ابن عیینہ نے اپنے اور اپنے شیخ کے درمیان واسطوں کا ذکر کیا ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ بھی قلتِ تدلیس کا ایک قرینہ ہے، کیونکہ اگر وہ کثیر التدلیس ہوتے تو اپنے اور اپنے شیخ کے درمیان واسطے کو ذکر نہ کرتے۔

4- چوتھا سبب: ساقط واسطے کو پوچھے جانے پر ظاہر کر دینا، اور سماع کی تحقیق و سوال کرنے والوں کا ان سے روایت کرنا:

جب کوئی مدلس ایسا ہو کہ جب اس سے اس کے سماع کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ بیان کر دے کہ اس نے کس شخص سے تدلیس کی ہے، تو بعض علماء کے نزدیک اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔ اور اگر وہ ایسا ہو کہ اپنے سماع کو واضح نہ کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جسے اس نے چھپایا ہے اس میں کوئی کلام ہے اور وہ اس کے حال کو ظاہر کرنے میں راضی نہیں ہے، اور اسی لیے اسے چھپا دیا۔

چنانچہ علامہ ابو المظفر السمعانی (م489ھ) فرماتے ہیں:

" التدليس من الرواة يجرى على وجهين: أحدهما أن يعرف بالتدليس ويغلب عليه ذلك وإذا استكشف لم يخبر باسم من يروى عنه فهذا يسقط الاحتجاج بحديثه لأن التدليس معه تزويد إبهام لما لا حقيقة له وذلك يؤثر فى صدقه... والوجه الثانى من التدليس أن يطوى اسم من يروى عنه إلا أنه إذا استكشف عنه أخبر باسمه وأضاف الحديث إلى ناقله فهذا التدليس لا يسقط الحديث ولا يوجب القدح فى الراوى وقد كان سفيان بن عيينة يدلس فإذا سئل عمن حدثه بالخبر نص على اسمه ولم يكتمه وهذا شيء مشهور عنه وهو غير قادح"

(راویوں کی طرف سے تدلیس دو طریقوں سے جاری ہوتی ہے: ایک یہ کہ وہ تدلیس کے ساتھ معروف ہو اور تدلیس اس پر غالب ہو، اور جب ان سے انکشاف کا سوال کیا جاتا ہے تو وہ اس شخص کا نام بیان نہیں کرتے جن سے وہ روایت کرتے ہیں، ایسے شخص کی حدیث سے احتجاج کرنا ساقط ہو جاتا ہے۔۔۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس سے روایت کی جائے اس کا نام چھپایا جائے لیکن جب اس سے اس کو ظاہر کرنے کا سوال کیا جائے تو اس کے نام کو بیان کر دیتا ہے اور حدیث کو اس کے ناقل کی طرف

منسوب کرتا ہے، اس قسم کی تدلیس سے راوی کی حدیث ساقط نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے راوی پر قدح لازم آتی ہے۔ نیز سفیان بن عیینہ تدلیس کیا کرتے تھے لیکن جب ان سے پوچھا جاتا کہ انہوں نے کس سے حدیث اخذ کی ہے تو وہ اس کے نام کو صاف بیان کر دیتے اور اسے ہرگز نہ چھپاتے، اور یہ چیز ان سے مشہور ہے اور یہ غیر قادح ہے)۔

(قواطع الادلہ:1/346، نیز دیکھیں: النکت للزرکشی:2/90-91، والنکت لابن حجر:2/632)

البتہ اس قاعدے کو جمہور محدثین نے مطلقاً قبول نہیں کیا ہے بہر حال اس میں ایک قرینہ تو ہے کہ امام ابن عیینہ اپنے سماع کو چھپانے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ پوچھے جانے پر اسے ظاہر کر دیتے تھے۔ تاہم محدثین کے نزدیک اس قاعدے کی پختگی کے لیے لازم ہے کہ مدلس راوی سے روایت کرنے والا شخص ایسا ہو جو واقعی میں اس سے اس کے سماع کا سوال کرتا ہو۔ جو شخص مدلس سے اس کے سماع کا سوال ہی نہیں کرتا یا اس کے سماع کی تحقیق اور اہتمام نہیں کرتا اس کے بارے میں یہ قاعدہ درست نہیں ہے۔

چنانچہ امام ابن عیینہ کے حق میں اس قرینے کو مزید تقویت دیتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ امام ابن عیینہ کے تلامذہ میں سے اگر کوئی ایسا شخص ان سے روایت کرے جو ان کے سماع کا اہتمام کرتا ہو، اور اس کی تحقیق کرتا ہو تو اس کی ان سے روایت مقبول ہو گی۔

اس قاعدے کو امام حاکم نے ذکر کیا ہے، چنانچہ دوسری جنس کے مدلسین کے تحت وہ فرماتے ہیں:

"وأما الجنس الثاني من المدلسين فقوم يدلسون الحديث فيقولون: قال فلان، فإذا وقع إليهم من ينقر سماعاتهم، ويلح ويراجعهم، ذكروا فيه سماعاتهم"

(دوسری جنس کے مدلسین سے مراد ایسی قوم ہے جو حدیث میں تدلیس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلاں نے کہا، لیکن جب ان کا واسطہ کسی ایسے شخص سے پڑے جو ان کے سماعات کی تحقیق کرتا ہو، اور اصرار و مراجعت کرتا ہو، تو وہ اس میں اپنے سماعات کو ذکر کر دیتے ہیں)۔

(معرفۃ علوم الحدیث: ص104)

اسی طرح علامہ سخاویؒ صحیحین میں مدلسین کی روایات کا سماع کے قائم مقام ہونے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" أو لوقوعها من جهة بعض النقاد المحققين سماع المعنعن لها"

(یا ان کا ان بعض نقاد کی طرف سے واقع ہونا جو انہیں معنعن بیان کرنے والے کے سماع کی تحقیق کرتے ہیں)

(فتح المغیث:1/233)

اس قاعدے کے تحت امام ابن عیینہ کے تلامذہ میں سے درج ذیل ائمہ نقاد شامل ہوتے ہیں:

1) **امام حمیدی**

امام حمیدی ابن عیینہ کے سب سے خاص شاگرد ہیں اور انہیں ابن عیینہ کی ہر حدیث میں ان کے سماع کا علم ہے۔ اسی لیے انہوں نے ابن عیینہ سے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے سماع کا اہتمام کیا ہے۔ اس پر ان کی کتاب شاہد ہے۔ نیز امام ابن عیینہ کی تدلیس کی جتنی بھی مثالیں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان میں امام حمیدی نے واضح طور پر ان کی تدلیس سے اجتناب کرتے ہوئے ہمیشہ درست روایت کو ہی بیان کیا ہے۔ بلکہ مسند حمیدی میں کئی جگھوں پر امام حمیدی نے امام سفیان بن عیینہ کے سماعات کے تفصیلی پسِ منظر بھی ذکر کیے ہیں اور ان کے سماعات کے مختلف احوال اور مختلف مجالس کی مختلف حالتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ان کی روایتوں کی علتوں پر بھی بحث کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حمیدی نے کس قدر دِقّت اور محنت سے امام ابن عیینہ کے سماعات کا اہتمام اور تحقیق کی ہے۔

2) **امام علی بن مدینی**

امام علی بن مدینی کے لیے اگر صرف اتنا ہی کہا جاتا کہ وہ علل کے امام اور ناقدِ رجال ہیں تو ان کے ذریعے سے نقل ہونے والی ابن عیینہ کی معنعن روایات کی مقبولیت کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا۔ محدثین کے نزدیک کسی روایت کا اتنے بڑے ناقد اور امام کی طرف سے منقول ہونا بھی باعثِ اطمینان ہوتا ہے اور وہ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ امام علی بن مدینی کے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ امام ابن عیینہ کی احادیث کے سب سے بڑے حفاظ اور نقاد میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ ابن عیینہ کی کوئی حدیث اگر امام حمیدی اور امام علی بن مدینی میں سے کسی کے پاس نہ پائی جائے تو بعض ائمہ اس حدیث کی صحت پر ہی شک کرتے ہیں۔ امام علی بن مدینیؒ ابن عیینہ کی روایات پر خاص نقد رکھتے ہیں اور وہ ان کے سماعات کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ پر انہیں امام ابن عیینہ کے سماع کی تصریح نہیں ملی تو انہوں نے اسے واضح طور پر بیان کیا، اور اس حدیث کی صحت کا علم ہونے کے بعد ہی اسے نقل کیا۔ چنانچہ ایک جگہ وہ ابن عیینہ کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

" سمعت سفيان مرارا، لم أسمعه يذكر الخبر، وهو من صحيح حديثه "

(میں نے سفیان کو کئی بار یہ روایت بیان کرتے سنا ہے لیکن میں نے انہیں اس میں سماع کا ذکر کرتے نہیں سنا، یہ حدیث ان کی صحیح حدیثوں میں سے ہے)۔

(صحیح بخاری:7529)

اس سے معلوم ہوا کہ امام علی بن مدینی ابن عیینہ کی روایات میں بار بار سماع کو تلاش کرتے تھے، اور اس حدیث میں جب انہیں سماع نہ مل سکا تو انہوں نے اپنی نقد سے اس حدیث کو دیگر احادیث سے پرکھ کر اس پر صحت کا حکم لگایا۔ گویا اس سے ہمیں امام علی بن مدینی کی تفتیش سماع اور نقدِ حدیث دونوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ بہر حال اس حدیث میں بھی امام حمیدی نے امام ابن عیینہ کے سماع کی تصریح کو اپنی مسند میں ذکر کر دیا ہے۔

اسی طرح امام علی بن مدینی کا ابن عیینہ کی احادیث میں سماع کی تحقیق اور اس کا اہتمام کرنے پر اس سے بڑی اور عظیم مثال اور کیا ہو گی کہ امام ابن المدینی نے ایک دفعہ حج کا سفر صرف اس لیے کیا کہ امام ابن عیینہ سے ان کی بیان کردہ ایک حدیث میں ان کے سماع کی تصریح کو جان سکیں۔ چنانچہ امام ترمذی بیان کرتے ہیں:

"قال أبو مزاحم السمرقندي: سمعت علي بن المديني يقول: حججت حجة وليس لي همة إلا أن أسمع من سفيان يذكر في هذا الحديث الخبر حتى سمعته يقول: حدثنا عمرو بن دينار، وقد كنت سمعت هذا من سفيان من قبل ذلك، ولم يذكر فيه الخبر"

(میں نے ابو مزاحم سمرقندی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے علی ابن مدینی کو سنا وہ کہتے تھے: میں نے حج کیا، اور میرا حج سے مقصد صرف یہ تھا کہ میں سفیان سے خود سن لوں کہ وہ اس حدیث میں خبر یعنی لفظ "اخبرنا" استعمال کرتے ہیں (یا نہیں) چنانچہ میں نے سنا، انہوں نے "حدثنا عمرو بن دینار" کا لفظ استعمال کیا۔ اور میں اس سے پہلے بھی سفیان سے یہ روایت سن چکا تھا اور اس میں خبر (یعنی اخبرنا) کا ذکر نہیں تھا)۔

(سنن ترمذی:5/312)

3) **امام احمد بن حنبل**

4) **امام یحیی بن معین**

یہ دونوں ائمہ نقاد بھی امام علی بن مدینی کی طرح ائمہ علل ہیں۔ نیز یہ امام ابن عیینہ کی احادیث کے ناقد ہیں، ان کی علتوں کو بیان کرنے والے ہیں، اور ان کی روایتوں میں تدلیس سے واقف ہیں جیسا کہ اوپر ہم نے مثالوں میں دیکھا۔ اسی طرح ان سے امام ابن عیینہ کی روایات میں ان سے براہِ راست سماع کا سوال کرنا بھی ثابت ہے۔

5) **امام یحیی بن سعید القطان**

امام یحییٰ بن سعید القطان مذکورہ بالا تینوں کبار ائمہ کے نہ صرف حقیقی استاد ہیں بلکہ ان فن کی مہارت میں بھی ان کے استاد ہیں۔ نیز امام ابن القطان کے بارے میں مطلق طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ اپنے کسی بھی استاد سے کوئی روایت بغیر سماع کی صراحت کے نہیں لیتے۔ لہٰذا ان کے لیے یہی کافی ہے۔

چنانچہ امام سفیان بن عیینہؒ کی معنعن روایات کے قبول ہونے میں ایک سبب یہ ہے کہ جب ان سے مذکورہ بالا ائمہ نقاد اور امراء المحدثین فی الحدیث روایت کریں تو ان کی معنعن روایت سماع کے قائم مقام ہوتی ہے۔

5- پانچواں سبب: ابن عیینہ کی اپنے بعض شیوخ سے طویل ملازمت ہونا اور ان کی روایات میں خاص مہارت ہونا:

جب کوئی راوی کسی خاص شیخ کی صحبت میں طویل عرصہ گزارتا ہے تو وہ اس کی اکثر روایات کا احاطہ کر لیتا ہے اس طرح اس کی اپنے اس خاص شیخ کی روایت میں تدلیس کا احتمال بہت کم رہ جاتا ہے کیونکہ اتنے لمبے عرصے سے اس شیخ کے پاس پڑھنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس نے اس کی حدیثوں کو اچھی طرح جان لیا، ان کا کئی بار تکرار بھی کیا اور اس کے علم میں سے جتنے کا اس نے احاطہ کیا وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جس کو اس نے نہیں جانا یا وہ اس سے چھوٹ گیا۔ چنانچہ اس خاص شیخ کی روایت میں بنیاد اور اصل یہ ہو گی کہ اس میں اس راوی نے سماع کیا ہے، الا یہ کہ کسی خاص روایت میں تدلیس ثابت ہو جائے۔

چنانچہ امام ابن عیینہ ہی کے خاص شاگرد امام حمیدیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وإن كان رجل معروفا بصحبة رجل والسماع منه، مثل ابن جريج عن عطاء أو هشام بن عروة عن أبيه وعمرو بن دينار عن عبيد بن عمير، ومن كان مثل هؤلاء في ثقتهم، ممن يكون الغالب عليه السماع ممن حدث عنه، فأدرك عليه أنه أدخل بينه وبين من حدث رجلا غير مسمى، أو أسقطه، ترك ذلك الحديث الذي أدرك عليه فيه أنه لم يسمعه، ولم يضره ذلك في غيره، حتى يدرك عليه فيه مثل ما أدرك عليه في هذا، فيكون مثل المقطوع"

(اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے صحبت اور سماع میں معروف ہے، جیسے ابن جریج کی صحبت عطا سے، ہشام بن عروہ کی صحبت اپنے والد سے، عمرو بن دینار کی صحبت عبید بن عمیر سے اور اسی طرح دیگر لوگ جو ثقاہت میں ان جیسے ہیں، جن کا اپنے استاد سے روایت کرنے میں سماع غالب ہے۔ پھر اگر یہ پایا جائے کہ اس نے اپنے اور اپنے اس (خاص) شیخ کے درمیان راوی کو داخل کیا ہے یا اسے گرا دیا ہے تو صرف اس کی وہی حدیث ترک کی جائے گی جس میں یہ پایا گیا کہ اس نے وہ حدیث اس سے

نہیں سنی، لیکن یہ چیز اس کی دیگر احادیث کے لئے نقصان دہ نہیں ہو گی، جب تک ان میں بھی وہی چیز پائی جائے جو اس حدیث میں پائی گئی، چنانچہ وہ مقطوع کی مثل ہو گی)۔

(الکفایۃ للخطیب: ص 374)

امام حمیدی کے اس صریح قول کے مطابق کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ نیز امام ابن عیینہؒ کے بارے میں مشہور ومعروف ہے کہ آپ عمرو بن دینار کے سب سے خاص شاگرد تھے اور ان کی احادیث کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جانتے تھے، یہاں تک کہ جب امام ابن عیینہ کوفہ تشریف لائے تو امام ابو حنیفہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"جاءكم حافظ علم عمرو بن دينار"

(تمہارے پاس عمرو بن دینار کے علم کا حافظ آیا ہے)

(الارشاد للخلیلی: 1/369)

اسی طرح امام احمد، اور ابن معین وغیرہ سے بھی اس پر کئی اقوال ملتے ہیں۔

اسی طرح عمرو بن دینار کے بعد امام ابن عیینہ کو امام زہری کی روایات کا ماہر بھی کہا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ بات بھی سچ ہے کہ امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثالوں میں سے بعض ایسی ہیں جن میں انہوں نے انہی دونوں سے تدلیس کی ہے، اور یہ بات امام حاکم کے اس قول کے موافق ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ:

"الجنس الخامس من المدلسين قوم دلسوا عن قوم سمعوا منهم الكثير، وربما فاتهم الشيء عنهم، فيدلسونه"

(مدلسین کی پانچویں جنس ایسی قوم ہے جو ایسے لوگوں سے تدلیس کرتے ہیں جن سے انہوں نے بکثرت سماع کیا، لیکن بعض اوقات ان سے ان کی بعض چیزیں چھوٹ جاتی ہیں تو وہ ان میں تدلیس کر لیتے ہیں)

(معرفۃ علوم الحدیث: ص108)

چنانچہ ایسی روایتوں میں اصل سماع ہے جب تک تدلیس ثابت نہ ہو جائے۔ لیکن امام ابن عیینہ کے حق میں یہاں ایک اور بات قابلِ ذکر ہے کہ امام ابن عیینہ خود ایک صاحبِ نقد اور امامِ علل ہیں۔ نیز عمرو بن دینار اور زہری کی روایات میں ان کی خاص مہارت اور نقد انہیں اس بات سے منزہ کرتی ہے کہ وہ ان سے کوئی ایسی چیز روایت کریں جو ان سے ثابت نہ ہو، بلکہ دیگر ائمہ سے بھی زیادہ امام ابن عیینہ ان شیوخ کی صحیح احادیث کو ان کی سقیم احادیث سے الگ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان شیوخ سے امام ابن عیینہ کی تدلیس کی حقیقت بیشتر روایات میں تو صرف یہ ہے کہ ان کی بعض روایات کا انہیں علم تو ضرور تھا یا وہ

انہیں ان سے براہِ راست سن بھی چکے تھے لیکن کسی وجہ سے وہ ان کو پوری طرح سے ضبط نہیں کر پائے یا حدیث کا کچھ حصہ ہی سن پائے تھے، اس لیے انہوں نے ان کو اپنے ہم عصروں سے سن کر ان سے تدلیس کر لی۔

اس کی ایک مثال ہم نے اوپر امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثال نمبر 3 کے تحت بھی ذکر کی ہے، جس میں امام ابن عیینہ نے زہری کی ایسی حدیث میں تدلیس کی جس کو خود انہوں نے سنا ہوا تھا اور وہ اس کی صحت کو جانتے تھے لیکن چونکہ اس میں ان سے براہِ راست سماع چھوٹ گیا تھا اس لیے انہوں نے اپنے کلاس فیلو کے ذریعے سے اس کو سن کر تدلیس کر لی۔ چنانچہ امام حمیدی فرماتے ہیں:

"قال سفيان: «وقد سمعت الزهري يحدث به فلم أحفظه، وكان بكر بن وائل يجالس الزهري معنا»"

(سفیان بن عیینہ نے فرمایا: میں نے امام زہری کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا تھا لیکن میں نے اسے محفوظ نہیں کیا، جبکہ بکر بن وائل زہری کی مجلس میں ہمارے ساتھ ہی بیٹھتے تھے)۔

(مسند الحمیدی:1218)

اسی طرح ایک حدیث بیان کرنے کے بعد امام ابن عیینہ فرماتے ہیں:

"انتهى حفظي من الزهري إلى هذا فأخبرني بعد معمر، عن الزهري..."

(یہاں زہری کی روایت میں میرے حفظ کی انتہاء ہوتی ہے، اس کے بعد یہ حدیث معمر نے مجھے زہری سے بیان کی)–اس کے بعد ابن عیینہ نے اس حدیث کو مطلولا بیان کیا۔

(مسند حمیدی:291)

اور امام شافعی کی روایت میں ابن عیینہ فرماتے ہیں:

"قال سفيان: وسمعته من الزهري وثبتنيه معمر"

(سفیان نے فرمایا: اس حدیث کو میں نے زہری سے سنا ہے اور معمر نے اسے میرے لیے ثبت کیا ہے)

(السنن الماثورۃ للشافعی:614)

ان اقوال سے ظاہر ہوا کہ امام سفیان بن عیینہ صرف انہی حدیثوں میں تدلیس کرتے تھے جن کی صحت یا سماع کا خود انہیں علم ہوتا تھا لیکن چونکہ وہ انہوں نے براہِ راست محفوظ نہیں کی ہوتی تھیں اس لیے وہ بالواسطہ انہیں محفوظ کر کے ان میں تدلیس کر لیا کرتے تھے۔

عمرو بن دینار اور زہری کے علاوہ امام ابن عیینہ کی درج ذیل ائمہ سے بھی شدتِ ملازمت ثابت ہے:

1) عبد الکریم الجزری

2) محمد بن المنکدر

3) ایوب سختیانی اور

4) عبد اللہ بن ابی نجیح وغیرہ۔

الغرض یہ تمام اسباب امام ابن عیینہ کے عنعنہ کے مقبول ہونے میں کار فرما ہیں۔ جان لیں کہ کسی بھی معنعن روایت میں تدلیس کا واقع ہونا پہلے سے ہی ایک محتمل بات ہے، یعنی ممکن ہے کہ اس معنعن روایت میں تدلیس ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو، یہ کوئی حتمی بات نہیں ہے۔ لیکن اس پر جب اس قسم کے متعدد دلائل مل جائیں جو تدلیس کے احتمال کو کم سے کم تر کرتے ہوئے اس قدر معمولی بنا دیں کہ اس کا وقوع یا اس کی وجہ سے آنے والا ضعف راجح نہ لگے تو یہ بات کسی روایت کو صحت کے درجے تک پہنچانے میں مانع نہیں ہے۔ اور جو لوگ اتنے معمولی سے احتمال پر بھی کسی معنعن روایت کو رد کر دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ سارے علم حدیث کو ہی رد کر دیں کیونکہ اس سارے علم کی بنیاد ہی غلبۃ الظن اور علمِ راجح پر ہے، جبکہ خطاء کا احتمال ہر اصول اور ہر حدیث میں رہتا ہے۔ جو لوگ علم حدیث میں ایسی شرائط رکھتے ہیں وہ نہ صرف علم حدیث سے ناواقف ہیں بلکہ ائمہ و محدثین کے اقوال اور تعامل اور ان کے اجماع کے بھی مخالف ہیں جیسا کہ ہم اگلی فصل میں دیکھیں گے۔

امام سفیان بن عیینہؒ کا عنعنہ اور محدثین کا اجماع، اقوال اور تعامل:

امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو ائمہ و محدثین میں سے کسی نے بھی کبھی رد نہیں کیا ہے۔ اس کے ثبوت پر ہم تین قسم کے دلائل پیش کریں گے: اجماعِ محدثین، اقوالِ محدثین، اور تعاملِ محدثین۔ حالانکہ اجماعِ محدثین ثابت ہونے کے بعد کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی، لیکن یہاں ہم نے اقوال اور تعاملِ محدثین کو اجماع کی تقویت کے طور پر پیش کیا ہے۔ الغرض یہ اجماع نہ صرف علماء کی نقول اور اقوال سے ثابت ہے بلکہ اس کا ثبوت عملی صورت میں بھی ہمیں اس طرح ملتا ہے کہ ہر دور کے علماء و محدثین نے اس کی تائید کی ہے اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ چنانچہ اس کی تائید میں ہم ہر دور کے علماء کے اقوال و تعامل کو ذکر کریں گے۔ گویا یہ اجماع اس قدر مضبوط ہے کہ اسے قولاً اور عملاً ہر طرح سے ثابت کیا جا سکتا ہے، نیز ہر دور کے علماء کا اس پر

اجماع اور اتفاق رہا ہے۔ بہت کم اور نایاب اجماع ہوتے ہیں جو اس طرح ثابت کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ جس قدر مضبوط اجماع ہو گا اسی قدر اس کی مخالفت کرنے والے کی مذمت اور تجہیل کی جائے گی۔

امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کی مقبولیت اور عدمِ رد کو ثابت کرنے کے لیے تین قسم کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے:

1) وہ اقوال جن میں ابن عیینہ کی تدلیس کو صراحتاً مقبول کہا گیا ہے، یعنی نہ صرف عنعنہ بلکہ تدلیس۔

2) وہ اقوال جن میں امام سفیان بن عیینہ کی تدلیس کو صرف ثقات کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

3) وہ اقوال جن میں بلا تخصیص مطلق طور پر ثقات سے تدلیس کرنے والے تمام مدلسین کی تدلیس کو مقبول کہا گیا ہے۔

4) وہ اقوال جن میں محدثین نے امام سفیان بن عیینہ کی معنعن روایات کو صحیح وراجح وغیرہ قرار دیا ہے۔

اجماعِ محدثین:

امام سفیان بن عیینہ کی تدلیس اور عنعنہ کے مقبول ہونے پر درج ذیل علماء نے اجماع نقل کیا ہے:

1) امام ابن عبد البرؒ نے ابن عیینہ کی تدلیس مقبول ہونے کا قول مطلق طور پر ائمہ اہل حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔ (التمہید لابن عبد البر: 1/ 31، نیز دیکھیں: نیچے قول نمبر 6)

2) حافظ علائی امام ابن عبد البر کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ونقل ابن عبد البر هذا القول من التفصيل عن أئمة الحديث مطلقا"

(اس قول کو ابن عبد البر نے ائمہِ حدیث سے مطلقاً نقل کیا ہے)۔یعنی اسے ائمہِ حدیث کے اجماع کی طرف منسوب کیا ہے۔ (جامع التحصیل: ص100)

3) اور حافظ ابن رجب الحنبلی امام ابن عبد البر کے اس کلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وقد ذكر ابن عبد البر ما يقتضي أن ذلك إجماع"

(ابن عبد البر نے (اس طرح) ذکر کیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ یہ اجماع ہے)

(شرح علل الترمذی لابن رجب: 1/ 556)

4) امام ذہبیؒ (م748ھ) فرماتے ہیں:

"أجمعت الأمة على الاحتجاج به وكان يدلس، لكن المعهود منه أنه لا يدلس إلّا عن ثقة"

(ابن عیینہ کی حدیث سے حجت لینے پر پوری امت کا اجماع ہے، وہ تدلیس کرتے تھے، لیکن ان کے متعلق یہ بات مقرر اور معلوم شدہ ہے کہ وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے)

(میزان الاعتدال:2/170)

الغرض ابن عیینہ کی حجیت پر جو اجماع ہے وہ مطلق ہے اور ان کی تدلیس اس حجیت کو مانع نہیں ہے کیونکہ وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔

5) علامہ ابوزرعہ ابن العراقیؒ (م826ھ) فرماتے ہیں:

"سفيان بن عيينة مشهور بالتدليس أيضاً. قلت: لكن اتفقوا مع ذلك على قبول عنعنته كما حكاه غير واحد"

(سفیان بن عیینہ بھی تدلیس کے ساتھ مشہور تھے، میں کہتا ہوں: لیکن اس کے باوجود محدثین کا ان کے عنعنہ کو قبول کرنے پر اتفاق ہے، جیسا کہ غیر واحد لوگوں نے نقل کیا ہے)۔

(المدلسین لابن العراقی:ص53)

6) ایک جگہ اس موقف پر محدثین کا اجماع نقل کرتے ہوئے حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"قلت: ويؤيد ذلك نقل ابن حبان الاتفاق على قبوله عنعنة سفيان بن عيينة، مع أنه كان يدلس، لكنه كان مع ذلك لا يدلس إلا عن ثقة، فقبلوا عنعنته لذلك"

(میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید ابن حبان کے سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو قبول کرنے پر اتفاق نقل کرنے سے بھی ہوتی ہے، حالانکہ وہ تدلیس کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے، اسی لیے محدثین نے ان کے عنعنہ کو قبول کیا ہے)۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح:2/555)

7) علامہ ابن امیر الحاجؒ (م879ھ) فرماتے ہیں:

"ونقل عن أئمة الحديث أنهم قالوا يقبل تدليس ابن عيينة"

(ائمہ حدیث سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عیینہ کی تدلیس قبول کی جاتی ہے)

(التقریر والتحبیر لابن امیر الحاج:2/254)

یہاں اس موقف کو بلا تفریق مطلق طور پر ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

8) علامہ برہان الدین البقاعیؒ(م885ھ)اور علامہ سخاوی(م902ھ)وغیرہ نے فرمایاہے کہ ابن عیینہ کی تدلیس کو نظر انداز کرنے کے قول کو بعض فضلاء نے نظم میں ڈھالا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول کتنا مشہور اور متداول تھا،وہ فرماتے ہیں:

"وقد نظم ذلك بعض الفضلاء فقال:أما الإمام ابن عيينة فقد ... اغتفروا تدليسه من غير رد"

(بعض فضلاء نے اس کو نظم میں بھی ڈھالا ہے،وہ کہتے ہیں:امام ابن عیینہ۔۔۔انہوں(یعنی محدثین)نے ان کی تدلیس کو بغیر رد کیے نظر انداز کیا ہے)۔

(النکت الوفیہ بمافی شرح الالفیہ للبقاعی:1/439،وفتح المغیث:1/230)

اس نظم میں ابن عیینہ کی تدلیس کی مطلق مقبولیت کو ظاہر کیا گیا ہے جو کہ اجماع واتفاق کی طرف اشارہ ہے۔

9) علامہ جلال الدین سیوطی(م911ھ)امام ذہبی کا میزان سے قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وصرّح أبو بكر البزّار وابن حبّان وأبو الفتح الأزدي وغيرهم بدعوى الاتّفاق على قبول الأسانيد التي عَنْعَن فيها وإن كان يدلّس، لأنّه لا يدلّس إلّا عن ثقة، وقالوا: هذا شيء لا يعرف في الدّنيا إلّا لسفيان بن عيينة."

(ابو بکر البزار،ابن حبان،ابوالفتح الازدی اور ان کے علاوہ لوگوں نے اس بات پر دعویِ اتفاق کیا ہے کہ ابن عیینہ کی وہ اسانید جن میں عنعنہ ہے مقبول ہیں چاہے انہوں نے تدلیس ہی کی ہو،کیونکہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے،اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ کے اور کسی سے معروف نہیں ہے)۔

(مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داود:1/42)

10) علامہ ابوالحسن السندھی الحنفی(م1138ھ)فرماتے ہیں:

"ابن عيينة، وهو وإن كان مدلسًا إلا أنه لا يدلس إلا عن ثقة ولذلك اجتمعت الأمة على الاحتجاج بحديثه المعنعن. كذا ذكره غير واحد"

(ابن عیینہ اگرچہ وہ مدلس تھے،لیکن وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے،اور اسی لیے ان کی معنعن روایت سے احتجاج کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے،اسی طرح غیر واحد علماء نے ذکر کیا ہے)

(فتح الودود فی شرح سنن ابی داود:1/23)

سفیان بن عیینہ کی تدلیس کے مقبول ہونے پر علماء کے انفرادی اقوال:

امام سفیان بن عیینہؒ کی تدلیس اور عنعنہ کی مقبولیت پر مذکورہ بالا اجماع کی تقویت میں ہر دور کے علماء و محدثین کے اقوال درج ذیل ہیں:

1) امام ابو بکر البزارؒ (م292ھ) کی کتاب سے نقل کرتے ہوئے علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

"وأبو بكر البزار فقال في الجزء المذكور إن من كان يدلس عن الثقات كان تدليسه عند أهل العلم مقبولا ثم قال فمن كانت هذه صفته وجب أن يكون حديثه مقبولا وإن كان مدلسا"

(ابو ابکر البزار نے مذکورہ جزء میں فرمایا ہے کہ: "جو شخص ثقات سے تدلیس کرتا ہے اس کی تدلیس اہل علم کے نزدیک مقبول ہوتی ہے"، پھر فرمایا: "پس جس کے اندر یہ صفت پائی جائے تو لازم ہے کہ اس کی حدیث مقبول ہو اگرچہ وہ مدلس ہو")۔

(النکت علی مقدمہ ابن الصلاح للزرکشی: 2/ 72، وانظر: الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: 1/ 176، وشرح التبصرہ والتذکیر للعراقی: 1/ 237، والنکت لابن حجر: 1/ 103، ومرقاۃ الصعود الی سنن ابی داود للسیوطی: 1/ 42)

علامہ سیوطی نے اس قول کے ورود کو امام ابن عیینہ کی تدلیس کی طرف منسوب کیا ہے۔ نیز امام ابن عیینہ سے زیادہ اس قول کا مصداق کوئی نہیں ٹھہرتا۔

2) امام ابن حبانؒ (م354ھ) فرماتے ہیں:

"وأما المدلسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا... اللهم إلا أن يكون المدلس يعلم أنه ما دلس قط إلا عن ثقة فإذا كان كذلك قبلت روايته وإن لم يبين السماع. وهذا ليس في الدنيا إلا سفيان بن عيينة وحده فإنه كان يدلس ولا يدلس إلا عن ثقة متقن. ولا يكاد يوجد لسفيان بن عيينة خبر دلس فيه إلا وجد ذلك الخبر بعينه قد بين سماعه عن ثقة مثل نفسه..."

(اور جہاں تک معاملہ ہے ثقہ عادل مدلسین کا تو ہم ان کی روایات سے حجت نہیں پکڑتے جب تک وہ اپنی روایت میں سماع کی تصریح نہ کر دیں۔۔۔ الا یہ کہ کسی مدلس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ ثقہ کے علاوہ کبھی کسی سے تدلیس نہیں کرتا، تو جب معاملہ ایسا ہو تو اس کی روایت کو قبول کیا جاتا ہے اگرچہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے، اور ایسا دنیا میں صرف اکلوتے ابن عیینہ کے لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ تدلیس کرتے تھے لیکن صرف ثقہ متقن راوی سے تدلیس کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کی مشکل سے بھی کوئی ایسی روایت

نہیں ملتی جس میں انہوں نے تدلیس کی ہو الا یہ کہ وہ خبر بعینہ دوسری جگہ پائی جاتی ہے جس میں انہوں نے اپنے جیسے ہی کسی ثقہ راوی سے سماع کی تصریح کی ہوتی ہے۔)

(صحیح ابن حبان:1/115)

نوٹ:

امام ابن حبان کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی یہ بات ابن عیینہ کی مرویات کے تتبع اور استقراء پر مبنی ہے۔ چنانچہ جب تک اس استقراء کے خلاف کوئی دلیل نہیں مل جاتی، اس حکم کو برقرار رکھا جائے گا، اور بے دلیل اور فرضی باتوں کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا جائے گا۔

3) حافظ ابو الفتح الازدیؒ(م374ھ) فرماتے ہیں:

"فنحن نقبل تدليس ابن عيينة ونظرائه لأنه يحيل على مليء ثقة ولا نقبل من الأعمش تدليسه لأنه يحيل على غير مليء والأعمش إذا سألته: عمن هذا؟ قال: عن موسى بن طريف وعباية بن ربعي وابن عيينة إذا وقفته قال: عن ابن جريج ومعمر ونظرائهما فهذا الفرق بين التدليسين"

(ہم ابن عیینہ اور ان کی نظیر کے رواۃ کی تدلیس کو قبول کرتے ہیں کیونکہ ان کا حوالہ ثقہ افراد سے ہوتا ہے، جبکہ اعمش کی تدلیس کو ہم قبول نہیں کرتے کیونکہ ان کا حوالہ غیر معتبر افراد سے ہوتا ہے، جب اعمش سے پوچھا جاتا: یہ حدیث کس سے ہے؟ وہ فرماتے: موسی بن طریف، اور عبایہ بن ربعی سے، اور جب ابن عیینہ سے سوال کیا جاتا تو وہ کہتے: ابن جریج، معمر، اور ان کی نظیر کے (ثقات) سے، پس یہی فرق ہے دونوں تدلیسوں میں)

(الکفایہ للخطیب: ص362)

4) امام العلل ابو الحسن دار قطنیؒ(م385ھ) فرماتے ہیں:

"فأما بن عيينة فإنه يدلس عن الثقات"

(جہاں تک ابن عیینہ کا تعلق ہے تو وہ ثقات سے تدلیس کرتے تھے)

(سؤالات الحاکم للدار قطنی: ص175)

5) امام حاکمؒ(م405ھ) فرماتے ہیں:

"من المدلسين من دلس عن الثقات الذين هم في الثقة مثل المحدث، أو فوقه، أو دونه، إلا أنهم لم يخرجوا من عداد الذين يقبل أخبارهم"

(مدلسین میں سے بعض ایسے ہیں جو ایسے ثقات سے تدلیس کرتے ہیں جو ثقاہت میں اس محدث کے مثل ہوں، یا ان سے زیادہ ثقہ ہوں، یا ان سے کم ثقہ ہوں، الایہ کہ وہ ان لوگوں کے اعداد سے باہر نہیں نکلتے جن کی روایتیں قبول کی جاتی ہیں)۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص 103)

معلوم ہوا کہ امام حاکم کے نزدیک ثقہ سے تدلیس کرنے والوں کی روایت مقبول ہونے کا قول صرف امام ابن عیینہ تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ اس میں توسیع کرتے ہوئے ہر اس شخص کو شامل کرتے ہیں جس کا صرف ثقات سے تدلیس کرنا ثابت ہو۔ امام حاکم کی طرف سے اس قول کو مزید تقویت ان کی المستدرک سے ملتی ہے جس میں انہوں نے ابن عیینہ کی کئی معنعن روایتوں کی تصحیح کی ہے۔

6) امام ابن عبد البرؒ (م 463ھ) فرماتے ہیں:

"قالوا يقبل تدليس ابن عيينة لأنه إذا وقف أحال على ابن جريج ومعمر ونظائرهما"

(وہ (یعنی محدثین) کہتے ہیں کہ ابن عیینہ کی تدلیس کو قبول کیا جائے گا کیونکہ ان سے جب سوال کیا جاتا تو وہ ابن جریج، معمر اور ان جیسے ثقات کا حوالہ دیتے)۔

(التمہید لابن عبد البر: 1/31)

7) علامہ ابن رشید الفہریؒ (م 721ھ) نے امام ابن حبان کے مذکورہ بالا قول کو بطور حجت پیش کیا ہے۔

(السنن الابین: ص 151)

8) حافظ ابن عبد الہادیؒ (م 744ھ) مذموم تدلیس کی تعریف بیان کرتے ہوئے ابن عیینہ کی تدلیس کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بخلاف تدليس ابن عُيَيْنَةَ وغيره ممن يُدلِّس عن الثقات، فإِنه ليس بمذموم. والله سُبحانه أعلم"

(برخلاف ابن عیینہ وغیرہ کی تدلیس کے جو صرف ثقات سے تدلیس کرتے ہیں تو وہ مذموم نہیں ہے، واللہ سبحانہ اعلم)۔

(شرح غرامی صحیح لابن عبد الہادی: ص 39)

9) امام ذہبیؒ (م 748ھ) فرماتے ہیں:

"أجمعت الأمة على الاحتجاج به وكان يدلس، لكن المعهود منه أنه لا يدلس إلَّا عن ثقة"

(ابن عیینہ کی حدیث سے حجت لینے پر پوری امت کا اجماع ہے، وہ تدلیس کرتے تھے، لیکن ان کے متعلق یہ بات مقرر اور معلوم شدہ ہے کہ وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے)

(میزان الاعتدال:2/170)

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

"وقد كان سفيان مشهورا بالتدليس، عمد إلى أحاديث رفعت إليه من حديث الزهري، فيحذف اسم من حدثه ويدلسها، إلا أنه لا يدلس إلا عن ثقة عنده"

(سفیان تدلیس کرنے کی وجہ سے مشہور تھے، زہری کی بعض حدیثیں ان کی طرف (بالعلو) پہنچیں تو وہ انہیں بیان کرنے والے کا نام حذف کر کے تدلیس کرتے، لیکن وہ صرف اپنے نزدیک ثقہ راوی سے ہی تدلیس کرتے تھے)۔

(سیر اعلام النبلاء:8/465)

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

"قلت: ابن عيينة معروف بالتدليس، لكنه لا يدلس إلا عن ثقة"

(میں کہتا ہوں: ابن عیینہ تدلیس کی وجہ سے معروف تھے لیکن وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے)۔

(تاریخ الاسلام:13/200)

10) امام ابن قیم الجوزیہؒ (م 751ھ) فرماتے ہیں:

"والصواب عندنا في حديث المدلّسين والحديث المرسل: أن المدلّس... إن كان لا يدلّس إلا عن ثقة لم يضرّ تدليسه مثل: سفيان بن عُيينة وأضرابه، فإنه يدلّس عن مثله وعمن هو ثقة صدوق، فإنه يدلّس عن مثل مَعْمر، ومِسْعر، ومالك بن مِغْول، وزائدة"

(مدلسین کی حدیث اور مرسل حدیث کے بارے میں ہمارے نزدیک درست یہی ہے کہ مدلس راوی۔۔۔ اگر صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرے تو اس کی تدلیس مضر نہیں ہے جیسے سفیان بن سفیان اور ان کے جیسے لوگ، کیونکہ وہ اپنے ہی جیسے (ثقات) اور ثقہ وصدوق لوگوں سے تدلیس کرتے تھے، نیز وہ معمر، مسعر، مالک بن مغول، اور زائدہ جیسوں سے تدلیس کرتے تھے)۔

(رفع الیدین فی الصلاۃ لابن قیم:1/227-228)

11) حافظ علائیؒ (م 761ھ) فرماتے ہیں:

"فمن عرف منه أن لا يدلس إلا عن ثقة كسفيان بن عيينة قبل ما قال فيه عن واحتج به"

(جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتا ہے جیسے سفیان بن عیینہ تو اس کے عن کو قبول کیا جائے گا اور اس سے حجت پکڑی جائے گی)۔

(جامع التحصیل: ص79)

ایک دوسری جگہ حافظ علائیؒ فرماتے ہیں:

"وثانيها من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة وذلك كالزهري... وابن عيينة"

(اور دوسرا (طبقہ) ان لوگوں کا ہے جن کی تدلیس کو ائمہ نے برداشت کیا ہے اور ان کی حدیث کو صحیح میں درج کیا ہے چاہے انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی ہے، ایسا یا تو ان کی امامت یا اپنی روایت کردہ کے مقابلہ میں قلتِ تدلیس کی وجہ سے ہے، یا اس لیے کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے بھی تدلیس نہیں کرتے جیسے: زہری۔۔۔ اور ابن عیینہ)۔

(جامع التحصیل: ص113)

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

"سفيان بن عيينة الإمام المشهور مكثر من التدليس لكن عن الثقات كما تقدم"

(سفیان بن عیینہ مشہور امام، تدلیس میں مکثر، لیکن صرف ثقات سے، جیسا کہ پیچھے گزرا)۔

(جامع التحصیل: ص186 رقم250)

12) حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدیؒ (م764ھ) ابن عیینہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وَهُوَ مَعْرُوف بالتدليس لكنّه لَا يدلّس إلاّ عَن ثِقَة"

(وہ تدلیس کی وجہ سے معروف تھے لیکن وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے)۔

(الوافی بالوفیات: 15/176)

13) علامہ بدر الدین زرکشیؒ (م794ھ) نے امام ابن عیینہ کی تدلیس کا دفاع کرتے ہوئے امام ابن عبد البر اور امام ابن حبان کے اقوال نقل کیے ہیں، نیز اس استثنی کی مزید توسیع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَخرج من هَذَا عدم اخْتِصَاص ابْن عُيَيْنَة بل من كَانَت عَادَته لَا يُدَلس إِلَّا عَن ثِقَة فَحَدِيثه مَقْبُول وَبِذَلِك صرح أَبُو الْفَتْح الْأَزْدِيّ وَأَبُو بكر الْبَزَّار"

(اس سے ابن عیینہ کا عدمِ اختصاص بھی نکلتا ہے، بلکہ جس شخص کی بھی عادت ہو کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتا تو اس کی حدیث مقبول ہو گی، اور اسی بات کی تصریح ابو الفتح الازدی اور ابو بکر البزار نے بھی کی ہے)۔

(النکت علی مقدمہ ابن الصلاح للزرکشی:2/72)

اور ایک دوسری جگہ تدلیس کے حکم کی استثنائی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يستثنى من هذا ما إذا كان المدلس لا يدلس إلا عن ثقة فإنه تقبل روايته وإن لم يبين السماع كسفيان بن عيينة"

(اس حکم سے یہ حالت مستثنیٰ ہے کہ جب کوئی مدلس صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتا ہو، تو اس کی روایت کو قبول کیا جاتا ہے اگرچہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے، جیسے سفیان بن عیینہ)۔

(النکت علی مقدمہ ابن الصلاح:2/92)

14) حافظ ابن رجب الحنبلیؒ (م 795ھ) فرماتے ہیں:

"وفرقت طائفة بين أن يدلس عن الثقات أو عن الضعفاء، فإن كان يدلس عن الثقات قبل حديثه، وإن عنعنه، وإن كان يدلس عن غير الثقات لم يقبل حديثه حتى يصرح بالسماع، وهذا الذي ذكره حسين الكرابيسي، وأبو الفتح الأزدي الموصلي الحافظ، وكذلك ذكره طائفة من فقهاء أصحابنا، وهذا بناء على قولهم بقبول المراسيل، واعتبروا كثرة التدليس في حق من يدلس عن غير الثقات"

(ایک گروہ نے ثقات سے تدلیس کرنے والوں اور ضعفاء سے تدلیس کرنے والوں میں فرق کیا ہے، پس جو ثقات سے تدلیس کرے اس کی حدیث قبول کی جاتی ہے اگرچہ وہ عن سے بیان کرے، اور جو غیر ثقات سے تدلیس کرے اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی جب تک وہ سماع کی تصریح نہ کرے، اور یہی وہ قول ہے جسے حسین الکرابیسی اور ابو الفتح الازدی الموصلی الحافظ نے ذکر کیا ہے، اور اسی طرح ہمارے فقہاء اصحاب کے ایک گروہ نے بھی اسے ذکر کیا ہے، اور ایسا ان کے (ثقات سے ارسال کرنے والوں کی) مراسیل کے قبول کرنے کی بنیاد پر ہے، جبکہ غیر ثقات سے تدلیس کرنے والوں کے حق میں انہوں نے کثرتِ تدلیس کا اعتبار کیا ہے)۔

(شرح علل الترمذی لابن رجب:2/583)

15) علامہ برہان الدین الابناسیؒ (م802ھ) نے ابن عیینہ کی تدلیس کی مقبولیت پر امام ابن عبد البر، امام ابن حبان اور امام ابو بکر البزار کے اقوال نقل کر کے ان کی موافقت کی ہے۔

(الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: 1/176)

16) حافظ ابو الفضل زین الدین العراقیؒ (م806ھ) نے سفیان بن عیینہ کی تدلیس کے دفاع میں امام ابن عبد البر، امام ابن حبان، امام ابو بکر البزار، ابو الفتح الازدی، اور ابو بکر الصیرفی کے اقوال نقل کیے ہیں۔

(شرح التبصرہ والتذکرہ للعراقی: 1/236-237)

17) علامہ ابو زرعہ ابن العراقیؒ (م826ھ) فرماتے ہیں:

"سفيان بن عيينة مشهور بالتدليس أيضاً. قلت: لكن اتفقوا مع ذلك على قبول عنعنته كما حكاه غير واحد"

(سفیان بن عیینہ بھی تدلیس کے ساتھ مشہور تھے، میں کہتا ہوں: لیکن اس کے باوجود محدثین کا ان کے عنعنہ کو قبول کرنے پر اتفاق ہے، جیسا کہ غیر واحد لوگوں نے نقل کیا ہے)۔

(المدلسین لابن العراقی: ص53)

18) علامہ برہان الدین الحلبیؒ (م841ھ) ابن عیینہ کا شمار مدلسین میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سفيان بن عيينة لكنه لم يدلس الا عن ثقة كثقته"

(سفیان بن عیینہ، لیکن وہ صرف اپنے جیسے ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے)۔

اس کے بعد انہوں نے امام ابن عبد البر، امام ابن حبان، امام ابو بکر البزار اور ابو الفتح لازدی کے اقوال کو بطور تائید ذکر کیا ہے۔

(التبیین لاسماء المدلسین: ص28-29)

19) شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (م852ھ) مدلسین کے طبقات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الثانية من احتمل الائمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لامامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري أو كان لا يدلس الا عن ثقة كإبن عيينة"

(دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی تدلیس کو ائمہ نے برداشت کیا ہے اور ان کی حدیث کو صحیح میں درج کیا ہے، ایسا ان کی امامت اور ان کی مرویات کے مقابلے میں ان کی قلتِ تدلیس کی وجہ سے ہے جیسے ثوری، یا اس لیے کہ وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے ہیں جیسے ابن عیینہ)

(طبقات المدلسین لابن حجر: ص13، وانظر: النکت: 2/638)

نیز اس طبقہ میں ابن عیینہ کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

" كان يدلس لكن لا يدلس الا عن ثقة"

(وہ تدلیس کرتے تھے لیکن وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے)۔

(طبقات المدلسین: ص32)

ایک دوسری جگہ اس موقف پر محدثین کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت: ويؤيد ذلك نقل ابن حبان الاتفاق على قبوله عنعنة سفيان بن عيينة، مع أنه كان يدلس، لكنه كان مع ذلك لا يدلس إلا عن ثقة، فقبلوا عنعنته لذلك"

(میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید ابن حبان کے سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو قبول کرنے پر اتفاق نقل کرنے سے بھی ہوتی ہے، حالانکہ وہ تدلیس کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے، اسی لیے محدثین نے ان کے عنعنہ کو قبول کیا ہے)۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح: 2/555)

20) علامہ ابن امیر الحاجؒ (م879ھ) فرماتے ہیں:

"وإن كان ممن لا يروي إلا عن ثقة استغنى عن توثيقه ولم يسأل عن تدليسه وعلى هذا أكثر أئمة الحديث ونقل عن أئمة الحديث أنهم قالوا يقبل تدليس ابن عيينة"

(اور اگر مدلس ان میں سے ہے جو صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں تو وہ توثیق سے مستغنی ہوتا ہے اور اس کی تدلیس کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا، اور اسی پر اکثر ائمہ حدیث قائم ہیں، اور ائمہ حدیث سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عیینہ کی تدلیس قبول کی جاتی ہے)

(التقریر والتحبیر لابن امیر الحاج: 2/254)

21) علامہ برہان الدین البقاعیؒ (م885ھ) فرماتے ہیں:

"قوله: (يقبل تدليس ابن عيينة)، أي: فيكون حكمه حكم مراسيل سعيد بن المسيب؛ لاشتراكهما في العلة الموجبة للقبول، وهي أن التفتيش أبان أن الأمر لا يخرج عن الثقة، فصار ذلك سببا لوقوع الظن، وهو كاف في التصحيح كما مر، وقد نظم ذلك بعض الفضلاء فقال:

أما الإمام ابن عيينة فقد ... اغتفروا تدليسه من غير رد"

(ابن عبد البر کا قول: "ابن عیینہ کی تدلیس قبول کی جاتی ہے" یعنی اس کا حکم سعید بن مسیب کی مراسیل کے حکم جیسا ہے، کیونکہ ان دونوں میں موجبِ قبول کی علت مشترک ہے، وہ یہ کہ تفتیش سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ معاملہ ثقہ سے خارج نہیں ہوتا کہ جو ظن کے وقوع کا سبب بنے، اور یہ بات تصحیح کے لیے کافی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا، نیز بعض فضلاء نے اس کو نظم میں بھی ڈھالا ہے، وہ کہتے ہیں: امام ابن عیینہ۔۔۔ انہوں (یعنی محدثین) نے ان کی تدلیس کو بغیر رد کیے نظر انداز کیا ہے)۔

(النکت الوفیہ بمافی شرح الالفیہ للبقاعی: 1/439)

نوٹ: اس نظم میں ابن عیینہ کی تدلیس کی مطلق مقبولیت کو ظاہر کیا گیا ہے جو کہ اجماع واتفاق کی طرف اشارہ ہے۔

22) علامہ شمس الدین سخاویؒ (م902ھ) امام ابن عیینہ کی تدلیس پر امام دارقطنی کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ولذا قيل: أما الإمام ابن عيينة فقد اغتفروا تدليسه من غير رد"

(اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ امام ابن عیینہ کی تدلیس کو محدثین نے بغیر رد کے نظر انداز کیا ہے)

(فتح المغیث: 1/230)

اور ایک دوسری جگہ علامہ سخاوی صحیحین میں مدلسین کی روایات کو منزلۃ السماع پر قرار دینے کا مطلب سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يعني إما لمجيئها من وجه آخر بالتصريح، أو لكون المعنعن لا يدلس إلا عن ثقة أو عن بعض شيوخه، أو لوقوعها من جهة بعض النقاد المحققين سماع المعنعن لها "

(یعنی یا تو وہ روایت دیگر کسی طریق میں سماع کی تصریح کے ساتھ آئی ہے، یا اسے عن سے بیان کرنے والا ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتا، یا بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتا، یا وہ روایت بعض ایسے نقاد محققین سے وارد ہوئی ہے جو معنعن بیان کرنے والے کے سماع کی تحقیق کرتے ہیں)۔

(فتح المغیث: 1/233)

23) علامہ جلال الدین سیوطی(م 911ھ)امام ذہبی کا میزان سے قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وصرّح أبو بكر البزّار وابن حبّان وأبو الفتح الأزدي وغيرهم بدعوى الاتّفاق على قبول الأسانيد التي عَنْعَن فيها وإن كان يدلّس، لأنّه لا يدلّس إلّا عن ثقة، وقالوا: هذا شيء لا يعرف في الدّنيا إلّا لسفيان بن عيينة."

(ابو بکر البزار، ابن حبان، ابو الفتح الازدی اور ان کے علاوہ لوگوں نے اس بات پر دعویِ اتفاق کیا ہے کہ ابن عیینہ کی وہ اسانید جن میں عنعنہ ہے مقبول ہیں چاہے انہوں نے تدلیس ہی کی ہو، کیونکہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے، اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ کے اور کسی سے معروف نہیں ہے)۔

(مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داود: 1/42)

24) علامہ عبد الحق دہلویؒ(م 1052ھ)فرماتے ہیں:

"وَذهب الْجُمْهُور إِلَى قبُول تَدْلِيس من عرف أَنه لَا يُدَلس إِلَّا عَن ثِقَة كَابْن عُيَيْنَة "

(جمہور کا موقف یہ ہے کہ جس راوی کا سوائے ثقہ کے اور کسی سے تدلیس کرنا معروف نہ ہو اس کی تدلیس قبول کی جائے گی جیسے ابن عیینہ)۔

(مقدمہ فی اصول الحدیث: ص48، ولمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح: 1/105)

25) علامہ ابو الحسن السندھی الحنفی(م 1138ھ)فرماتے ہیں:

"ابن عيينة، وهو وإن كان مدلسًا إلا أنه لا يدلس إلا عن ثقة ولذلك اجتمعت الأمة على الاحتجاج بحديثه المعنعن. كذا ذكره غير واحد"

(ابن عیینہ اگرچہ وہ مدلس تھے، لیکن وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے، اور اسی لیے ان کی معنعن روایت سے احتجاج کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے، اسی طرح غیر واحد علماء نے ذکر کیا ہے)

(فتح الودود فی شرح سنن ابی داود: 1/23)

26) علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ(م 1182ھ)سفیان بن عیینہ کے بارے میں امام ذہبی کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لا يدلس إلا عن ثقة "

(وہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے)

(توضیح الافکار:1/321)

اور دوسری جگہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الثانية: من أكثر الأئمة من أخراج حديثه إما لأمامته أو لكونه قليل التدليس في جنب ما روى من الحديث الكثير أو أنه كان لا يدلس إلا عن ثقة "

(دوسرے طبقہ کے مدلسین وہ ہیں جن کی حدیث کو ائمہ نے بکثرت اپنی کتب میں درج کیا ہے، ان کی امامت کی وجہ سے، یا وہ اپنی کثرتِ روایت کے مقابلہ میں قلیل التدلیس ہیں، یا وہ سوائے ثقہ کے کسی سے تدلیس نہیں کرتے)۔

(توضیح الافکار:1/328)

27) علامہ عبد القادر الاسطوانیؒ (م1314ھ) ابن عیینہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وإنَّما يدلِّس عن الثقات، وهذا لا يقدح فيه "

(وہ صرف ثقات سے تدلیس کرتے ہیں اور یہ ان کے لیے باعثِ قدح نہیں ہے)۔

(اصل الزراری شرح صحیح البخاری:ص317)

28) علامہ خلیل احمد سہارنپوری (م1346ھ) نے امام ذہبی کا میزان الاعتدال سے مذکورہ بالا قول نقل کر کے تائید کی ہے۔

(بذل المجھود:1/193)

29) علامہ عبد الرحمن مبارکپوری صاحبِ تحفۃ الاحوذی (م1353ھ) ابن عیینہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"وكان لا يدلس إلا عن ثقة"

(وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے)

(تحفۃ الاحوذی:10/102)

30) ذہبی العصر شیخ عبد الرحمن بن یحیی المعلمیؒ (م1386ھ) فرماتے ہیں:

"والحكم عندهم فيمن عرف بالتدليس وكثر منه إلا أنه لا يدلس إلا فيما سمعه من ثقة لا شك فيه أن عنعنته مقبولة، كما قالوه في ابن عيينة"

(ایسا شخص جو تدلیس کے ساتھ معروف اور اس میں مکثر ہو لیکن وہ تدلیس صرف اسی میں کرتا ہو جسے اس نے ایسے ثقہ شخص سے سنا ہو جس میں کوئی شک نہ ہو تو محدثین کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا عنعنہ مقبول ہے، جیسا کہ انہوں نے ابن عیینہ کے بارے میں کہا ہے)۔

(التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل:2/918)

31) شیخ صبحی ابراہیم الصالحؒ (م1407ھ) فرماتے ہیں:

"واعتذروا عن ابن عيينة اعتذارًا خاصًا، فقبلوا تدليسه"

(محدثین نے ابن عیینہ کے لیے ایک خاص عذر رکھا ہے اور ان کی تدلیس کو قبول کیا ہے)۔

(علوم الحدیث و مصطلحہ: ص177)

32) شیخ حماد بن محمد الانصاریؒ (م1418ھ) ابن عیینہ کے متعلق فرماتے ہیں:

" كان يدلس لكن لا يدلس إلا عن ثقة كثقته "

(وہ تدلیس کرتے تھے لیکن وہ اپنے جیسے ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے)۔

(التدلیس والمدلسون:5/65)

33) فقیہ العصر شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ (م1421ھ) نے حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا:

"الثانية – من احتمل الأئمة تدليسه، وأخرجوا له في "الصحيح"؛ لإمامته، وقلة تدليسه في جنب ما روى؛ كسفيان الثوري، أو كان لا يدلس إلا عن ثقة؛ كسفيان بن عيينة"

(مصطلح الحدیث: ص15، نیز دیکھیں حافظ ابن حجر کا حوالہ)

34) عظیم شافعی فقیہ مفسر اور محدث، شیخ محمد الامین بن عبد اللہ بن یوسف الارمی العلوی الہرری البویطیؒ (م1441ھ) امام ابن عیینہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"يدلس عن الثقات"

(وہ ثقات سے تدلیس کرتے تھے)

(مرشد ذوی الحجا والحاجہ الی سنن ابن ماجہ:15/242)

35) علامہ محمد بن علی بن آدام الاتیوبیؒ (م1442ھ) ابن عیینہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"وإن وُصف بالتدليس، لكنه لا يُدلّس إلا عن ثقة"

(اگرچہ انہیں تدلیس سے متصف کیا گیا ہے، لیکن وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے)

(البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج:4/179)

اور ایک دوسری امام ابن عیینہ پر تدلیس کے الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله: "وسفيان معروف بالتدليس"، فيه نظر لا يخفى؛ لأن ابن عيينة ليس مشهورًا بالتدليس، وإن وُصف به، إلا أنه قليل، وأيضًا فقد قالوا: إنه لا يُدلّس إلا عن ثقة، حتى ادّعى ابن حبّان أنه لا نظير له في ذلك. والحاصل أن تدليس ابن عيينة قليلٌ، وإذا دلّس لا يضرّه؛ لأنه لا يدلّس إلا عن ثقة"

(ان کا کہنا: "سفیان تدلیس کے ساتھ معروف ہیں" اس میں واضح طور پر نظر ہے، کیونکہ ابن عیینہ تدلیس میں مشہور نہیں ہیں، اگرچہ انہیں تدلیس کے ساتھ متصف کیا گیا ہے لیکن ان کی تدلیس کم ہے، اور اس پر مستزاد یہ کہ محدثین نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ثقہ افراد کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے، یہاں تک کہ امام ابن حبان نے اس میں ان کی کوئی نظیر نہ ہونے کا بھی دعوی کیا ہے، حاصل یہ ہے کہ ابن عیینہ کی تدلیس قلیل ہے، اور جب وہ تدلیس کرتے بھی ہیں تو وہ غیر مضر ہے، کیونکہ وہ صرف ثقہ افراد سے ہی تدلیس کرتے ہیں)۔

(ایضا:11/132-133)

36) علامہ ابو اسحاق الحوینی فرماتے ہیں:

"كان يدلسُ عن الثقات فقط، فهو المدلسُ الوحيدُ الذي تستوى عنعنته وتصريحه بالتحديث"

(ابن عیینہ صرف ثقات سے ہی تدلیس کرتے تھے، پس وہ اکلوتے ایسے مدلس ہیں جن کا عنعنہ اور تصریح بالتحدیث دونوں ایک سمان ہیں)

(بذل الاحسان بتقریب سنن النسائی ابی عبد الرحمن:1/16)

37) مشہور محقق اور محدث شیخ مشہور بن حسن آل سلمان فرماتے ہیں:

"ابن عيينة لم يدلس إلّا عن ثقة مثله، وكان إذا روجع وسئل عمَّن حدثه بالخبر، نص على اسمه، ولم يكتمه"

(ابن عیینہ صرف اپنے جیسے ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے، اور جب ان سے رجوع کیا جاتا اور پوچھا جاتا کہ انہوں نے کس سے روایت بیان کی ہے تو وہ اس کا نام بتا دیتے اور اسے نہ چھپاتے)۔

(تحقیق الکافی فی علوم الحدیث: ص386)

38) مشہور محقق، شیخ حسین سلیم اسد الدارانیؒ نے امام ابن عیینہ کی تدلیس کا ائمہ کے اقوال کے ساتھ دفاع کیا ہے۔

(تحقیق موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: 7/110)

39) جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث کے استاذ شیخ مرزوق بن ھیاس الزھرانی فرماتے ہیں:

"وهو في عمومه جرح إلا الذين عرف النقاد سيرتهم فيه وقبلوا عنعنتهم وهم... من كان لا يدلس إلا عن ثقة كسفيان بن عيينة..."

(عمومی طور پر تدلیس جرح ہے سوائے ایسے لوگوں کے لیے جن کی سیرت کو نقاد ائمہ نے جانچا اور ان کے عنعنہ کو قبول کیا جیسے۔۔۔ وہ راوی جو صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں جیسے سفیان بن عیینہ۔۔۔)

(تحقیق الغرامیہ فی مصطلح الحدیث: ص56-57)

سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کی قبولیت پر ائمہ و محدثین کا تعامل:

1) امام شافعیؒ (م204ھ):

امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو رد کرنے والوں کا سارا مذہب امام شافعیؒ کے سہارے کھڑا ہے، کیونکہ یہ لوگ تدلیس کے متعلق امام شافعی کے ایک شاذ قول سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ امام شافعیؒ نے خود کبھی اپنے اس اصول پر عمل نہیں کیا ہے اور نہ ہی محدثین کا منہج اس کے موافق ہے۔ اسی لیے محدثین نے اس قول کو شاذ اور مردود قرار دیا ہے۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ خود امام شافعیؒ نے کئی جگہوں پر امام ابن عیینہؒ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے اور اس سے حجت پکڑی ہے۔ جو لوگ ان کے اس تعامل کو ان کا تساہل کہتے ہیں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں، ان کے لیے عرض ہے کہ تساہل خطاء و چوک اور عدمِ علم کا نام ہے جو کبھی کبھی ہوتی ہے، لیکن جب کسی کے تعامل میں مسلسل اور مستقل ایک ہی بات پائی جائے اور اس کے خلاف ایک بھی بات نہ پائی جائے تو اسے تساہل نہیں بلکہ منہج کہتے ہیں، اسی لیے ضروری ہے کہ اس منہج کے خلاف کسی بھی قول سے استدلال کرنے سے پہلے اس محدث کے اس قول اور عمل دونوں میں تطبیق دی جائے اور ان دونوں کی روشنی میں ان کے منہج اور اصول کو سمجھا جائے۔

امام شافعی کا امام ابن عیینہ کے عنعنہ سے احتجاج کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- امام شافعی ایک جگہ ایک باب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت صرف ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" [ماء النصراني والوضوء منه]

(قال الشافعي) أخبرنا سفيان بن عيينة عن زيد بن أسلم عن أبيه أن عمر بن الخطاب توضأ من ماء نصرانية في جرة نصرانية (قال الشافعي) : ولا بأس بالوضوء من ماء المشرك وبفضل وضوئه ما لم يعلم فيه نجاسة "

(کتاب الام للشافعی:1/21)

اس روایت میں نہ صرف ابن عیینہ کا عنعنہ ہے بلکہ اس روایت میں ابن عیینہ نے خود صراحت کی ہے کہ انہوں نے اسے زید بن اسلم سے نہیں سنا ہے۔ دیکھیں: السنن الکبری للبیہقی(130)۔ اس کے باوجود امام شافعیؒ نے اس روایت کو اس کے اکلوتے باب میں ذکر کیا اور اس روایت سے یہ احتجاج کیا ہے کہ مشرک کے پانی سے وضوء کیا جا سکتا ہے۔

- امام شافعیؒ ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت کو اپنی "دلیل" بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"<u>ومن الدليل</u> على ما وصفت أيضا أن ابن عيينة أخبرنا عن عمرو بن دينار عن يحيى بن جعدة «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة أقطع الناس الدور فقال حي من بني زهرة يقال لهم بنو عبد بن زهرة لرسول الله صلى الله عليه وسلم نكب عنا ابن أم عبد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ابتعثني الله إذا؟ إن الله لا يقدس أمة لا يؤخذ للضعيف فيهم حقه» "

(الام للشافعی:4/47)

امام شافعی کے الفاظ "**ومن الدليل على ما وصفت أيضا أن ابن عيينة أخبرنا عن عمرو بن دينار**" (جو میں نے ذکر کیا اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ ابن عیینہ نے ہمیں عمرو بن دینار سے خبر دی۔۔۔) میں واضح ہے کہ وہ یہاں امام ابن عیینہ کی معنعن اور غیر مصرح بالسماع روایت سے استدلال کر رہے ہیں۔

- امام شافعیؒ ایک جگہ ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت کو "حجت" قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقلت له لو لم يكن عليك في هذا حجة إلا فعل علي بن أبي طالب وقوله كنت محجوجا بفعل علي وقوله قال وما ذاك؟ قلت أخبرنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن أبي فاختة أن عليا – رضي

الله تعالى عنه – أتي بأسير يوم صفين فقال لا تقتلني صبرا فقال علي " لا أقتلك صبرا إني أخاف الله رب العالمين " فخلى سبيله ثم قال أفيك خير أيبايع"

(الام للشافعی:4/237)

یہاں امام شافعیؒ واضح طور پر فرما رہے ہیں کہ وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فعل و قول سے حجت لیتے ہیں، اور اپنے مخالف کو بھی اس سے حجت کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اس قول کے راوی امام ابن عیینہ ہیں اور اس روایت میں ان کے سماع کی تصریح نہیں ثابت ہے۔

- امام شافعیؒ ایک جگہ ابن عیینہ کی معنعن روایت سے اپنا مذہب اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أخبرنا ابن عيينة عن مطرف عن أبي الجهم عن أبي الأخضر عن عمارة أنه كره من الإماء ما كره من الحرائر إلا العدد... (قال الشافعي): وهذا من قول عمار إن شاء الله تعالى في معنى القرآن وبه نأخذ"

(الام للشافعی:5/3، وانظر: السنن الکبری للبیہقی:13928)

اس قول میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ "قرآن کے معنی کی وضاحت میں یہ عمار کا قول ہے ان شاءاللہ اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں"۔ حالانکہ اس قول کی روایت میں ابن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے۔

- امام شافعیؒ ایک جگہ ابن عیینہ کی ایک سے زائد معنعن روایات سے حجت لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والعمرة في السنة كلها فلا بأس بأن يعتمر الرجل في السنة مرارا ... أخبرنا ابن عيينة عن ابن أبي حسين عن بعض ولد أنس بن مالك قال كنا مع أنس بن مالك بمكة فكان إذا حمم رأسه خرج فاعتمر

أخبرنا ابن عيينة عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال في كل شهر عمرة،

أخبرنا سفيان عن يحيى بن سعيد عن ابن المسيب أن عائشة اعتمرت في سنة مرتين، مرة من ذي الحليفة ومرة من الجحفة، أخبرنا سفيان عن صدقة بن يسار عن القاسم بن محمد أن عائشة أم

المؤمنين زوج النبي صلى الله عليه وسلم اعتمرت في سنة مرتين قال صدقة: فقلت هل عاب ذلك عليها أحد؟ فقال سبحان الله أم المؤمنين فاستحييت "

(الام للشافعی:6/147)

ان روایات کو ذکر کر کے امام شافعی نے اس مسئلے پر حجت لی ہے کہ عمرہ سارا سال کیا جا سکتا ہے اور ایک سال میں ایک سے زیادہ عمرے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

- امام شافعیؒ ایک جگہ ابن عیینہ کی معنعن روایت سے مذہب اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أخبرنا سفيان بن عيينة عن عبد الكريم الجزري عن عكرمة عن ابن عباس قال: ربما قال لي عمر بن الخطاب تعال أباقيك في الماء أينا أطول نفسا ونحن محرمون؟.... أخبرنا ابن عيينة عن أيوب عن نافع عن أسلم مولى عمر بن الخطاب قال: تماقل عاصم بن عمر وعبد الرحمن بن زيد وهما محرمان وعمر ينظر.

(قال الشافعي): وبهذا كله نأخذ "

(الام للشافعی:6/159)

امام شافعی کے قول "اور ان سب کو روایتوں سے ہم اخذ کرتے ہیں" میں ان کے احتجاج کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اس میں بھی ابن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے۔

- امام شافعیؒ ایک جگہ اپنے مخالف پر ابن عیینہ کی معنعن روایت سے حجت قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلنا أما ابن عباس فإنك تخالفه في الإيلاء قال ومن أين؟ قلت أخبرنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن أبي يحيى الأعرج عن ابن عباس أنه قال المولي الذي يحلف أن لا يقرب امرأته أبدا"

(الام للشافعی:7/25)

امام شافعی کے الفاظ "ہم کہتے ہیں جہاں تک ابن عباس کا معاملہ ہے تو وہ اس معاملے میں تمہاری مخالفت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: وہ کیسے؟ تو میں نے کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بیان کیا عن عمرو بن دینار عن ابی یحیی الاعرج۔۔۔" میں صاف واضح ہے کہ امام شافعی نہ صرف ابن عیینہ کی معنعن روایت سے استدلال کر رہے ہیں بلکہ اسے اپنے مخالف کے رد میں بھی بطورِ حجت پیش کر رہے ہیں۔

- ایک جگہ امام شافعیؒ ابن عیینہ کی معنعن روایت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أخبرنا ابن عيينة عن عمرو بن يحيى المازني عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال «الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام» (قال الشافعي): وجدت هذا الحديث في كتابي في موضعين: أحدهما منقطع والآخر عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم (قال الشافعي): وبهذا نقول "

(الام للشافعی: 1/112)

امام شافعیؒ کے قول " **وبهذا نقول** "(اور اسی حدیث کے مطابق ہم کہتے ہیں) سے واضح ہے کہ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث میں نہ صرف ابن عیینہ کا عنعنہ ہے بلکہ اس میں بالصراحت ان کی تدلیس بھی ثابت ہے۔ دیکھیں: (العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد روایۃ عبد اللہ: 176، 1831، 407)۔

اس طرح کی چند اور مثالوں کے لیے دیکھیں: الام للشافعی (6/213)، (6/178)، والرسالہ للشافعی (ص 329)۔ اس کے علاوہ بھی اس طرح کی کئی مثالیں ان کی کتب میں موجود ہیں۔

2) امام احمد بن حنبلؒ (م 241ھ):

- امام احمد بن حنبلؒ نے ایک جگہ عمرو بن دینار کی حدیث میں امام سفیان بن عیینہ اور امام شعبہ کے درمیان اختلاف کی صورت میں امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دی، چنانچہ ان کے بیٹے عبد اللہ فرماتے ہیں:

"حدثني أبي قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن عمرو بن دينار عن أبي السوار يقول سألت بن عمر عن صوم يوم يعني عرفة فنهى عنه قال أبي وقال بن عيينة عن عمرو عن أبي الثورين أخطأ شعبة"

(شعبہ نے عمرو بن دینار عن ابی السوار کے طریق سے نقل کیا کہ میں نے ابن عمر سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا، امام احمد نے فرمایا: ابن عیینہ نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے ابو الثورین کے طریق سے نقل کیا ہے، شعبہ نے یہاں غلطی کی ہے)۔

(العلل ومعرفۃ الرجال:1935)

ایک دوسری روایت میں فرمایا:

"أخطأ شعبة في كنية أبي الثورين، فقال: أبو السوار، وإنما هو أبو الثورين"

(شعبہ نے ابو الثورین کی کنیت میں غلطی کی ہے، انہوں نے ابو السوار کہا ہے جبکہ یہ ابو الثورین ہیں)۔

(الکنی والاسماء للدولابی:1 / 411)

- امام خلال اپنی کتاب الاختصار میں امام احمد بن حنبل کے شاگرد مہنا بن یحیی الشامی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام احمد سے امام ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت کے بارے میں پوچھا:

" قلت لأحمد: حدّثوني عن الحميدي عن سفيان ابن عيينة عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن حسان بن بلال عن عمار ... الحديث فقال أبو عبد الله: إمَّا أن يكون الحميدي اختلط وإمّا أن يكون الذي حدّث عنه خلط، قلت: كيف؟ فحدثني أحمد قال: ثنا سفيان عن عبد الكريم عن حسان بن بلال عن عمار."

(میں نے امام احمد سے کہا: لوگوں نے مجھے حمیدی سے ایک حدیث سنائی ہے بطریق عن سفیان بن عیینہ عن سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن حسان بن بلال عن عمار۔۔۔ اور انہوں نے حدیث ذکر کی۔ تو امام احمد نے فرمایا: یا تو حمیدی کا حافظہ بگڑ گیا ہے یا جس نے اسے ان سے روایت کیا ہے اس نے گڈ مڈ کر دی۔ میں نے پوچھا: کیسے؟ تو امام احمد نے مجھے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ نے ہمیں یہ حدیث عبد الکریم عن حسان بن بلال عن عمار کے طریق سے روایت کی ہے)۔

(الامام لابن دقیق العید: ص491، وشرح ابن ماجہ لمغلطائی: ص317)

غور کریں امام احمد نے اس حدیث کی علت میں امام ابن عیینہ کے عنعنہ کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اگر یہ اتنی واضح اور بنیادی علت ہوتی جتنی باور کروائی جاتی ہے تو کیا امام احمد جیسا علل کا ماہر اس علت کو نظر انداز کرتے؟ اس کے برعکس ابن عیینہ کے عنعنہ جیسی واضح علت کو چھوڑ کر امام احمد حمیدی جیسے ثقہ شخص کے اوپر شک کر رہے ہیں کہ شاید ان سے غلطی ہوئی ہے۔

3) امام یحیی بن معینؒ (م233ھ):

امام شعبہ کے خلاف امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام ابن معین فرماتے ہیں:

"حديث أبي الثورين يحدث به سفيان بن عيينة يقول أبو الثورين ويقول حماد بن سلمة محمد بن عبد الرحمن القرشي ويقول شعبة أبو السوار وكلهم يحدث به عن عمرو بن دينار وأخطأ فيه شعبة وإنما هو عمرو بن دينار عن أبي الثورين وهو محمد بن عبد الرحمن القرشي"

(خلاصہ یہ ہے کہ شعبہ کی بات غلط ہے اور ابن عیینہ کی بات صحیح ہے)۔

(موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب:2/391)

4) امام بخاری (م256ھ):

- امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں امام سفیان بن عیینہؒ کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"حدثنا علي بن عبد الله، حدثنا سفيان، عن عمرو، عن سالم بن أبي الجعد، عن عبد الله بن عمرو قال: كان على ثقل النبي صلى الله عليه وسلم، رجل يقال له كركرة، فمات فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «هو في النار»، فذهبوا ينظرون إليه، فوجدوا عباءة قد غلها، قال أبو عبد الله: " قال ابن سلام: كركرة يعني بفتح الكاف: وهو مضبوط كذا ""

(صحیح بخاری:3074)

اس روایت میں اور اس کے کسی بھی دوسرے طریق میں امام ابن عیینہؒ نے عمرو بن دینار سے سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔ اس کے باوجود امام بخاریؒ نے اسے اپنی صحیح میں درج کر کے ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک امام ابن عیینہ کا عنعنہ مضر نہیں ہے۔ نیز صحیح بخاری کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے گویا ان تمام محدثین کے نزدیک بھی اس روایت میں ابن عیینہ کا عنعنہ مضر نہیں ہے۔

- اسی طرح اپنی صحیح میں ایک دوسری جگہ امام بخاریؒ نے ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا:

"حدثنا علي بن عبد الله، حدثنا سفيان، قال عمرو: قال ابن عمر: «والله ما وضعت لبنة على لبنة، ولا غرست نخلة، منذ قبض النبي صلى الله عليه وسلم» قال سفيان: فذكرته لبعض أهله، قال: والله لقد بنى. قال سفيان: قلت: فلعله قال قبل أن يبني"

(صحیح بخاری:3074)

اس روایت میں بھی امام ابن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے۔

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحیحین میں مدلسین کی تمام معنعن روایات سماع پر محمول ہیں ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ چنانچہ امام صدر الدین المرحل (م716ھ) اپنی کتاب الانصاف میں فرماتے ہیں:

"أن في النفس من هذا الاستثناء غصة، لأنها دعوى لا دليل عليها، لا سيما أنا قد وجدنا كثيرا من الحفاظ يعللون أحاديث وقعت في الصحيحين أو أحدهما بتدليس رواتها"

(صحیحین میں مدلسین کی روایات کو دیگر کتب کے مدلسین کی روایات سے مستثنیٰ کرنے پر نفس میں ایک رنجش ہے، کیونکہ یہ دعویٰ ایسا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے، خاص طور سے جب ہمیں حفاظ کی بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی احادیث پر اس کے راویوں کی تدلیس کی وجہ سے تنقید کی ہے)۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر:2/635)

اسی طرح امام مزیؒ (م742ھ) سے پوچھا گیا: کیا صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ شیخین ان کے اتصال پر مطلع ہو چکے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا:

"كذا يقولون، وما فيه إلا تحسين الظن بهما. وإلا ففيهما أحاديث من رواية المدلسين ما توجد من غير تلك الطريق التي في الصحيح"

(لوگ تو یہی بات کہتے ہیں لیکن اس میں شیخین کے لیے حُسنِ ظن کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، ورنہ ان دونوں کتب میں مدلسین کی ایسی روایات بھی موجود ہیں جو ان کے علاوہ دوسرے کسی طریق سے نہیں پائی جاتی)۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر:2/635)

- ایک جگہ امام سفیان بن عیینہؒ کی ایک معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام بخاری فرماتے ہیں:

  "الصحيح عن عائشة موقوف فعلها"

  (عائشہ سے صحیح روایت موقوفا ان کے اپنے فعل کے طور پر ہے)

(العلل الکبیر للترمذی:543)

نوٹ: امام بخاری نے یہاں جس روایت کو ترجیح دی ہے وہ امام سفیان بن عیینہ کی معنعن روایت ہے اور اس میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔ بلکہ شیخ زبیر علی زئیؒ نے بھی اس روایت کو ان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے (دیکھیں: الانوار الصحیفہ:1778)۔

- ایک دوسری روایت میں ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"عن ابن عيينة عن سمي عن النعمان، وقال ابن عجلان عن سمي عن أبي صالح عن أبي هريرة، والأول أصح بإرساله"

(ابن عیینہ عن سمی عن النعمان کے طریق سے یہ روایت مروی ہے، جبکہ ابن عجلان نے اسے عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرہ کے طریق سے روایت کیا ہے، پہلی روایت اپنے ارسال کے ساتھ زیادہ صحیح ہے)

(التاریخ الکبیر:4/203)

- ایک جگہ امام بخاریؒ نے محمد بن مسلم الطائفی کی روایت کے خلاف ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دی، چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں:

"محمد بن مسلم عن عمرو بن دينار عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم... سألت محمدا عن هذا الحديث فقال: سفيان بن عيينة يقول: عن عمرو بن دينار عن عكرمة عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسل. وكأن حديث ابن عيينة عنده أصح"

(العلل الکبیر للترمذی:ص218)

5) امام مسلمؒ (م261ھ):

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں دو جگہوں پر امام ابن عیینہ کی معنعن روایات کو ذکر کیا ہے جن میں ابن عیینہ کے سماع کی تصریح کہیں ثابت نہیں ہے۔ دیکھیں:(2/625ح905)، اور(4/1825ح2350)۔

6) امام ترمذیؒ (م279ھ):

- امام سفیان بن عیینہؒ کی ایک معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"حدثنا أحمد بن منيع قال: حدثنا سفيان بن عيينة، عن عبد الرحمن بن القاسم، عن أبيه، عن عائشة، «أنها مشت بنعل واحدة» وهذا أصح وهكذا رواه سفيان الثوري، وغير واحد، عن عبد الرحمن بن القاسم موقوفا وهذا أصح"

(۔۔۔ یہ روایت اصح ہے اور اسی طرح سفیان ثوری وغیرہ نے اسے عبد الرحمن بن القاسم سے موقوفا نقل کیا ہے اور یہ اصح ہے)

(سنن الترمذی:1778)

اس روایت میں امام سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے اور سماع کی تصریح کہیں ثابت نہیں ہے۔ اسی لیے شیخ زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کو اپنے قاعدے کے مطابق ضعیف قرار دیا ہے، لیکن امام ترمذی نے اسے ترجیح دیتے ہوئے ثابت کر دیا کہ ان کے نزدیک ابن عیینہ کا عنعنہ مضر نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں ترمذی کا اعتماد سفیان ثوری اور (نامعلوم) غیر واحد کی متابعت پر ہے، تو عرض ہے کہ اگر یہ متابعت ابن عیینہ کے عنعنہ کے لیے یہاں قابلِ تقویت ہے تو پھر آپ خود کیوں نہیں اسے صحیح قرار دیتے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سفیان ثوری بھی آپ کے نزدیک یہاں مدلس ہیں اور سماع کی تصریح بظاہر نہیں ہے، گویا یہ متابعت آپ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

یہاں دو ہی راستے بچتے ہیں یا تو مدلس کی مدلس سے متابعت کو مان کر ضعیف + ضعیف = حسن کا اصول امام ترمذی کے لیے قبول کر لیں، یا ابن عیینہ کے عنعنہ کو ترمذی کے لیے قابلِ اعتماد سمجھ لیں۔

- اسی طرح ایک جگہ ابن عیینہ عن عمرو بن دینار کے طریق سے مروی ایک روایت کی تصحیح کرتے ہوئے امام ترمذی فرماتے ہیں:

"هذا حديث حسن صحيح"

(یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(سنن ترمذی:3062)

حالانکہ اس روایت میں امام سفیان بن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے، اور اسی لیے شیخ زبیر علی زئیؒ نے اسے الانوار الصحیفہ (3062) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

- ایک جگہ امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"هذا حديث لا نعرفه من حديث أبي صالح، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا من هذا الوجه، من حديث الليث، عن ابن عجلان وقد روى هذا الحديث سفيان بن عيينة، وغير واحد، عن سمي، عن النعمان بن أبي عياش، عن النبي صلى الله عليه وسلم، نحو هذا «وكأن رواية هؤلاء أصح من رواية الليث»"

(۔۔۔سفیان بن عیینہ وغیرہ نے یہ حدیث سمی عن النعمان بن ابی عیاش عن النبی ﷺ کے طریق سے اسی طرح روایت کی ہے، گویا ان کی روایت (یعنی سفیان وغیرہ) اللیث بن سعد کی روایت سے زیادہ صحیح ہے)

(سنن ترمذی:286)

نوٹ: اس روایت کو ابن عیینہ کے علاوہ سفیان ثوری نے روایت کیا ہے لیکن ان کی روایت بھی معنعن ہے۔

7) امام ابوزرعہ الرازیؒ (م264ھ):

- امام ابوزرعہ الرازیؒ نے امام ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:

"هذا وهم؛ إنما هو ما حدثنا ابن أبي شيبة؛ قال: حدثنا ابن عيينة، عن عبد الله بن أبي بكر، عن الزهري، عن عبيدالله بن عبد الله، عن النبي (ص) ، بنحوه، مرسل "

(یہ وہم ہے، بلکہ یہ روایت اس طرح ہے جیسا کہ ہمیں ابن ابی شیبہ نے بیان کیا کہا ابن عیینہ نے ہمیں بیان کیا، عن عبد اللہ بن ابی بکر، عن الزہری، عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن النبی ﷺ مرسلاً)۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم:2/32)

یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن عیینہ سے عن کے ساتھ مروی ہے نیز اس میں ابن عیینہ کے سماع کی تصریح نہیں ملی۔ اس کے باوجود امام ابوزرعہ الرازیؒ نے ان کی اس روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دی۔ اگر ان کے نزدیک ابن عیینہ کا عنعنہ ضعیف ومردود ہوتا تو ایک ضعیف روایت کو دوسری ضعیف روایت کے مقابلے میں درست کہنے کا کوئی معنی نہیں بنتا۔

- اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جگہوں پر امام ابوزرعہ الرازیؒ نے امام ابن عیینہ کی معنعن روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں امام ابن عیینہ نے غلطی کی ہے، جیسے فرمایا:
"هذا خطأ، أخطأ فيه ابن عيينة"(3/323)

حالانکہ اگر امام ابن عیینہ کا عنعنہ ان کے نزدیک واقعی میں مضر ہوتا تو یہاں وہ اس غلطی کو ابن عیینہ جیسے حافظ کی طرف منسوب کیوں کرتے، جبکہ ان کے پاس ایک بہترین علت موجود تھی یعنی ابن عیینہ کا عنعنہ؟ کیا وجہ ہے کہ ایک واضح علت کو چھوڑ کر امام ابوزرعہ نے ایک غیر واضح چیز کو علت بنایا؟ کیا شیخ زبیر علی زئی یا امن پوری صاحب کبھی اس طرح کی بات امام ابن عیینہ کے عنعنہ میں موجودگی میں کہیں گے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کیا آپ نے امام ابوزرعہ جیسے علل حدیث کی چوٹی کے امام کو اپنے سے کم تر سمجھ رکھا ہے جو یہ بات کہہ دیں؟ بات یہاں واضح ہے کہ امام ابوزرعہ کے نزدیک یہاں امام ابن عیینہ کی روایت میں تدلیس کا احتمال راجح نہیں ہے اس لیے انہوں نے یہاں غلطی کو ابن عیینہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے، نہ کہ ان کے عنعنہ یا تدلیس کو سبب بنا کر کسی مجہول کی طرف۔

8) امام ابوحاتم الرازیؒ (م277ھ):

- امام ابوحاتم الرازی سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:
"ورواه ابن عيينة وغيره، عن سمي، عن النعمان بن أبي عياش، عن النبي (ص) ، مرسل؟
فسمعت أبي يقول: الصحيح: حديث سمي، عن النعمان بن أبي عياش، عن النبي (ص) ، مرسل"
(اس حدیث کا صحیح طریق سمی عن النعمان بن ابی عیاش عن النبی ﷺ کے طریق سے مرسل ہے (یعنی ابن عیینہ کی روایت))
(علل الحدیث لابن ابی حاتم:2/499)

- ایک جگہ امام ابن عیینہ کی غیر مصرح بالسماع بات کو دو ثقہ رواۃ کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں:
"أرى أن هذا خطأ؛ لأن الحميدي حدثنا عن ابن عيينة؛ قال: كان عمرو بن دينار ويحيى بن سعيد يرويان هذا الحديث عن عمرو بن يحيى، عن أبيه، عن أبي سعيد.... كان ابن عيينة أعلم الناس بحديث عمرو بن دينار"

(میرے خیال سے اس روایت میں غلطی ہے کیونکہ حمیدی نے ہمیں ان عیینہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عمرو بن دینار اور یحیی بن سعید نے اس روایت کو عمرو بن یحیی عن ابیہ عن ابی سعید کے طریق سے روایت کیا ہے۔۔۔ اور ابن عیینہ عمرو بن دینار کی حدیث کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جانتے ہیں)۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم:2/591)

امام ابو حاتم نے ابن عیینہ کی جس بات پر اعتماد کر کے اتنی بڑی بات کہی ہے وہ مسند حمیدی (752) میں اسی طرح یعنی ابن عیینہ کے سماع کی تصریح کے بغیر مروی ہے۔

- ایک جگہ امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو دیگر ثقات کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

"ورواه ابن عيينة، عن عمرو، عن عكرمة؛ قال: خرج ناس ... ليس فيه: ابن عباس؟ قال: ابن عيينة أحفظ وأعلم بعمرو منه."

(اس روایت کو ابن عیینہ نے بھی عمرو بن دینار سے عکرمہ سے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ابن عباس کا ذکر نہیں ہے۔ ابن عیینہ الحسین بن واقد سے عمرو بن دینار کی حدیث کے زیادہ بڑے عالم اور حافظ ہیں)۔

(علل الحدیث:4/684)

امام ابن عیینہ کی اس حدیث کو بیہقی اور طبری وغیرہ نے روایت کیا ہے لیکن کہیں بھی ان کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ نیز اس روایت کی مخالفت والی روایت کو الحسین بن واقد (ثقہ) اور دیگر ثقات نے روایت کیا ہے لیکن امام ابو حاتم سے صرف الحسین بن واقد کی روایت کا سوال ہے اس لیے انہوں نے صرف انہی کا ذکر کیا ہے۔ نیز اس روایت میں امام ابن عیینہ کا عنعنہ ہونے کے باوجود امام ابو حاتم الرازی نے ان کی روایت کو دیگر ثقات کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ ابن عیینہ اعلم اور احفظ ہیں۔ ابن عیینہ کے عنعنہ کی اس سے زیادہ واضح تصحیح اور کیا ہو سکتی ہے؟

- ایک جگہ امام شعبہ کے خلاف امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

" هذا خطأ؛ رواه ابن عيينة فقال: عن عمرو، عن أبي الثورين، عن ابن عمر؛ وهو الصحيح. قلت لأبي: ممن الخطأ؟ قال: من شعبة"

(یہ غلط ہے اسے ابن عیینہ نے روایت کیا ہے اور انہوں نے عمرو عن ابی الثورین عن ابن عمر کہا ہے، اور وہی بات صحیح ہے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے پوچھا: غلطی سے کس سے ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: شعبہ سے)۔
(علل الحدیث لابن ابی حاتم:3/11)

- ایک جگہ ثقات کی روایت کے خلاف امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

"هذا خطأ، وليس هذا محفوظ عن جابر؛ رواه الثوري وابن عيينة، عن ابن المنكدر : أنه بلغه عن النبي (ص) أنه قال ذلك. قال أبي: وهذا أشبه"

(یہ روایت غلط ہے یہ جابر سے اس طرح محفوظ نہیں ہے، بلکہ اسے ثوری اور ابن عیینہ نے ابن المنکدر سے روایت کیا ہے کہ انہیں نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا۔ ابو حاتم فرماتے ہیں: یہی بات زیادہ راجح ہے)۔
(علل الحدیث:4/250-251)

یہاں امام ابو حاتم الرازی نے غیر مدلس ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف دو مدلس راویوں کی معنعن روایت کو ترجیح دی ہے۔ امام ثوری کی روایت مصنف عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ میں بغیر تصریح سماع کے مروی ہے اور امام ابن عیینہ کی روایت بھی امام شافعی کی کتاب الام اور کتاب الرسالہ اور السنن الکبری للبیہقی وغیرہ میں بغیر سماع کی تصریح کے مروی ہے۔

- ایک جگہ ایک روایت کے خلاف امام ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

"أفسد ابن عيينة حديث ابن أبي أويس، وبين خطأه؛ والصحيح ما قال ابن عيينة "

(ابن عیینہ نے ابن ابی اویس کی حدیث کو فاسد کر دیا اور اس کی غلطی کو واضح کر دیا، پس صحیح روایت وہی ہے جو ابن عیینہ نے کہی ہے)۔

(علل الحدیث:6/40)

- اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جگہوں پر امام ابو حاتم الرازیؒ نے امام ابن عیینہ کی معنعن روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں امام ابن عیینہ نے غلطی کی ہے، جیسے فرمایا:

"هذا خطأ؛ أخطأ فيه ابن عيينة، ليس لهذا أصل "(2/38)

"**هذا خطأ؛ أخطأ فيه ابن عيينة**"(323/3)

حالانکہ اگر امام ابن عیینہ کا عنعنہ ان کے نزدیک واقعی میں مضر ہوتا تو یہاں وہ اس غلطی کو ابن عیینہ جیسے حافظ کی طرف منسوب کیوں کرتے، جبکہ ان کے پاس ایک بہترین علت موجود تھی یعنی ابن عیینہ کا عنعنہ؟ کیا وجہ ہے کہ ایک واضح علت کو چھوڑ کر امام ابو حاتم نے ایک غیر واضح چیز کو علت بنایا؟ کیا شیخ زبیر علی زئی یا امن پوری صاحب کبھی اس طرح کی بات امام ابن عیینہ کے عنعنہ کی موجودگی میں کہیں گے؟ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو کیا آپ نے امام ابو حاتم جیسے علل حدیث کی چوٹی کے امام کو اپنے سے کم تر سمجھ رکھا ہے جو یہ بات کہہ دیں؟ بات یہاں واضح ہے کہ امام ابو حاتم کے نزدیک یہاں امام ابن عیینہ کی روایت میں تدلیس کا احتمال راجح نہیں ہے اس لیے انہوں نے یہاں غلطی کو ابن عیینہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے، نہ کہ ان کے عنعنہ یا تدلیس کو سبب بنا کر کسی مجہول کی طرف۔

9) امام نسائیؒ (م303ھ):

- ایک جگہ امام اوزاعیؒ کی مرفوع روایت کے خلاف امام ابن عیینہ کی موقوف معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام نسائیؒ فرماتے ہیں:

  "**الموقوف أولى بالصواب**"

  (موقوف روایت زیادہ درست ہے)

(السنن الکبری للنسائی:1406)

حالانکہ اسی روایت کو غلام مصطفی ظہیر صاحب نے ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ہی ضعیف قرار دیا ہے۔

(دیکھیں: فتاوی امن پوری:11/43)

10) امام ابن الجارودؒ (م307ھ):

امام ابن الجارودؒ نے ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت کو اپنی المنتقی میں درج کر کے اس کی تصحیح کی ہے:

"**حدثنا ابن المقرئ، قال: ثنا سفيان، عن الزهري، عن أنس بن مالك، رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم «تزوج حفصة، أو بعض أزواجه، فأولم عليها تمرا وسويقا»** "

(المنتقی لابن الجارود:727)

اس حدیث میں ابن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے۔

(11 امام ابن خزیمہؒ (م 311ھ):

امام ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں درج ذیل جگھوں پر امام ابن عیینہ کی معنعن روایات کی تصحیح کی ہے۔
دیکھیں: صحیح ابن خزیمہ (ح220)،(ح279)،(ح438)،(ح1564)،(ح2448)۔

اور ایک جگہ ایک حدیث کے تحت امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں:

"... ثم وجدت الدليل على صحة مذهبنا، وذلك... حدثنا بالخبر الذي ذكرت عبد الجبار ثنا سفيان سمعه ابن جريج من يوسف بن مالك يخبر عن عائشة بنت طلحة أن عائشة..."

(پھر مجھے اپنے مذہب کی صحت پر ایک دلیل مل گئی۔۔۔ یہ خبر جو میں نے بیان کی ہے اسے عبد الجبار نے ذکر کیا ہے، انہوں نے کہا سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بیان کیا، کہ ابن جریج نے اس خبر کو یوسف بن مالک سے عائشہ بنت طلحہ سے بیان کرتے سنا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے۔۔۔)

(صحیح ابن خزیمہ: 4/242 تحت ح2788)

امام ابن خزیمہ کے اس قول سے ہمیں درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

- یہ روایت انہوں نے اپنے مذہب کی تائید میں بطورِ حجت اور دلیل بیان کی ہے۔
- اس ایک روایت کے ملنے پر انہوں نے اپنا مذہب قائم کر لیا، گویا ان کے نزدیک اس روایت کی صحت اتنی واضح ہے کہ اس میں کسی تحقیق یا متابعت کی ضرورت نہیں۔
- اس روایت میں سفیان بن عیینہ نے سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔

(12 امام ابو محمد ابن ابی حاتم الرازیؒ (م 327ھ):

امام ابن ابی حاتم الرازیؒ نے اپنی تفسیر میں امام ابن عیینہ کے طریق سے ایک مرسل روایت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"روی هذا الحدیث ورقاء عن عمرو بن دینار عن عکرمة، عن ابن عباس، وما یرویه ابن عیینة، أصح"

(اس حدیث کو ورقاء (بن عمر الیشکری) نے بھی عمرو بن دینار عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے، لیکن ابن عیینہ نے جو بیان کیا ہے (یعنی ابن عباس کے اضافے کے بغیر مرسلاً) وہ زیادہ صحیح ہے)۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: 1/350)

نوٹ: ورقاء بن محمد ثقہ حافظ امام کے درجے کے راوی ہیں اور صحیحین کے متفقہ راوی ہیں۔ اس کے باوجود امام ابن ابی حاتم نے ان کی روایت کے خلاف امام ابن عیینہ کی **معنعن** روایت کو ترجیح دی ہے۔ یہ امام ابن عیینہ کے عنعنہ کی ان کے نزدیک **مقبولیت** کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے۔

13) امام الدار قطنیؒ (م385ھ):

- ایک جگہ امام شعبہ اور امام ابن عیینہ کے درمیان اختلاف کو بیان کرتے ہوئے امام ابن عیینہ کی **معنعن** روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام دار قطنی فرماتے ہیں:

"قال شُعْبَةَ: عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي السوار، عن ابن عمر، ووهم شعبة في كنايته، وإنما هو: أبو الثورين، واسمه: محمد بن عبد الرحمن الجمحي.

كذلك رواه ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن أبي الثورين، وهو الصواب"

(خلاصہ یہ ہے کہ اس اختلاف میں ابن عیینہ کی روایت ہی درست ہے)

(علل الدار قطنی: 12/418)

- امام دار قطنیؒ سے المنکدر بن محمد کی ایک روایت کے بارے میں پوچھا گیا جسے انہوں نے اپنے والد محمد بن المنکدر عن ابیہ عن جابر کے طریق سے روایت کیا تھا، تو امام دار قطنیؒ ان کی روایت کے خلاف امام سفیان بن عیینہ کی **معنعن** روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خالفه سفيان بن عيينة... وقول ابن عيينة أصح"

(سفیان بن عیینہ نے ان کی مخالفت کی ہے۔۔۔ اور ابن عیینہ کا قول ہی زیادہ صحیح ہے)

(علل الدارقطنی:1/272)

اس روایت میں امام ابن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے۔

- ایک جگہ ثقہ حفاظ جیسے زکریابن اسحاق، ابن جریج، اور شعبہ کی روایات کے خلاف ابن عیینہ کی معنعن روایت کو ترجیح دیتے ہوئے امام دارقطنی فرماتے ہیں:

"رواه ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن عروة بن عياض، عن أبي سعيد.

وخالفه زكريا بن إسحاق، فرواه عن عمرو بن دينار، عن عبيد الله بن عياض.

وقال ابن جريج: عن عمرو بن دينار، عن عبيد الله بن أبي عياض.

وقال شعبة: عن عمرو، عن عبيد الله بن الخيار.

والصحيح قول ابن عيينة"

(علل الدارقطنی:11/290)

اس روایت میں بھی امام ابن عیینہ نے سماع کی تصریح کہیں نہیں کی ہے۔

14) امام حاکمؒ(م405ھ):

امام حاکم نے اپنی المستدرک میں درج ذیل جگہوں پر امام ابن عیینہ کی معنعن روایات کی تصحیح کی ہے:

- **" هذا حديث لم يخرج في الصحيحين وهو محفوظ صحيح على شرطهما معا، وقد احتجا معا بأحاديث ابن عيينة، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها "**(ح7)
- **" هذا إسناد صحيح "**(ح163)
- **"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه"**(ح1103)
- **"صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه"**(ح1422)

نیز دیکھیں:(ح1739)،(ح1993)،(ح3143)،(ح3178)،(ح3219)،(ح3288)،(ح3290)،(ح3676)،(ح3697)،(ح3771)،(ح3917)،(ح3939)،(ح3952)،(ح3977)،(ح4255)،(ح4357)،

(ح4888)،(ح4902)،(ح4954)،(ح5004)،(ح5071)،(ح5514)،(ح5737)،(ح5747)،(ح 5842)،(ح7652)وغیرہ۔

15) امام بیہقیؒ(م458ھ):

امام بیہقیؒ امام ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت سے حجت لیتے ہوئے اور ان کی روایت کو ثقات کی روایت کے خلاف ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إنما المحفوظ حديث ابن عيينة"

(محفوظ تو صرف ابن عیینہ کی حدیث ہے)

(الخلافیات للبیہقی:3/293)

16) امام ابن عبد البرؒ(م463ھ):

امام ابن عیینہ کی ایک معنعن روایت کو ایک دوسرے ثقہ راوی کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

" وخالف أبو إسحاق الفزاري ابن عيينة في إسناد هذا الحديث وابن عيينة أحفظ إن شاء الله"

(ابو اسحاق الفزاری نے اس حدیث کی اسناد میں ابن عیینہ کی مخالفت کی ہے، لیکن ابن عیینہ زیادہ بڑے حافظ ہیں ان شاءاللہ)۔

(التمہید لابن عبد البر:2/219)

17) امام ضیاء المقدسیؒ(م643ھ):

امام ضیاء المقدسیؒ نے المختارۃ میں درج ذیل جگہوں پر امام ابن عیینہ کی معنعن روایات درج کر کے ان کی تصحیح کی ہے:

(1/291ح180)،(1/526ح393)،(3/229ح1034)،(3/243ح1050)،(7/198ح2634)، (8/393ح485)،(10/171ح168-169)،(10/299ح318)،(10/299ح319)،(10/299ح 320)،(10/327ح353)،(10/381ح407)،(10/396ح420)،(10/418ح440)،(11/67ح59- 60)،(11/246ح245)۔۔۔وغیرہ

18) امام نوویؒ (م676ھ):

- ایک جگہ امام سفیان بن عیینہ کی معنعن روایت کو دیگر ثقہ حفاظ کی روایت کے خلاف ترجیح دیتے ہوئے امام نوویؒ فرماتے ہیں:

" قلت: الَّذِي وَصله سُفْيَان، وَهُوَ ثِقَة حَافظ إِمَام، وَاخْتِيَار الْبَيْهَقِيّ تَرْجِيح الْمَوْصُول لما ذَكَرْنَاهُ"

(میں کہتا ہوں: اس روایت کو موصول بیان کرنے والے سفیان ہیں اور وہ ثقہ حافظ امام ہیں، نیز بیہقی نے موصول کو ترجیح دینا اختیار کیا ہے۔۔۔)

(خلاصۃ الاحکام للنووی: 6/1000)

- ایک دوسری جگہ سفیان بن عیینہ کی معنعن روایت سے احتجاج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واحتج أصحابنا برواية الشافعي عن سفيان بن عيينة عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه (أن عثمان بن عفان وزيد ابن ثابت ومروان بن الحكم كانوا يخمرون وجوههم وهم حرم) وهذا إسناد صحيح"

(ہمارے اصحاب نے شافعی کی ابن عیینہ سے روایت سے احتجاج کیا ہے۔۔۔۔ اور اس کی اسناد صحیح ہے)۔

(المجموع شرح المهذب للنووی: 7/268)

19) امام ذہبیؒ (م748ھ):

- امام ذہبیؒ نے سفیان بن عیینہ کی مساجدِ ثلاثہ میں اعتکاف والی روایت کو " صحیح " قرار دیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: 11/389)

حالانکہ شیخ زبیر علی زئی اور غلام مصطفی ظہیر صاحب اس روایت کو ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ہی ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(دیکھیں: فتاوی امن پوری: 9/64)

طوالت کے خوف سے اس لسٹ کو انہی علماء تک محدود کیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ امام سفیان بن عیینہؒ کے عنعنہ کو مطلق طور پر کسی بھی امام نے کسی بھی دور میں رد نہیں کیا ہے، اور جو لوگ صدیوں کے اجماع کے بعد آج اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں وہ

محدثین اور امت کے اجماع کے صریح مخالف ہیں۔ مذکورہ بالا اقوال اور تعامل سے معلوم ہوا کہ درج ذیل ائمہ و محدثین نے امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے اور ان کی تدلیس کو ثقات کے ساتھ مقید کیا ہے:

تیسری صدی:

(1) امام شافعیؒ (م204ھ)

(2) امام احمد بن حنبلؒ (م241ھ)

(3) امام یحیی بن معینؒ (م233ھ)

(4) امام بخاریؒ (م256ھ)

(5) امام مسلمؒ (م261ھ)

(6) امام ترمذیؒ (م279ھ)

(7) امام ابوزرعہ الرازیؒ (م264ھ)

(8) امام ابو حاتم الرازیؒ (م277ھ)

(9) امام ابو بکر البزار (م292ھ)

چوتھی صدی:

(10) امام نسائیؒ (م303ھ)

(11) امام ابن الجارودؒ (م307ھ)

(12) امام ابن خزیمہؒ (م311ھ)

(13) امام ابن ابی حاتمؒ (م327ھ)

(14) امام ابن حبانؒ (م354ھ)

(15) حافظ ابو الفتح الازدیؒ (م374ھ)

(16) امام دار قطنیؒ (م385ھ)

پانچویں صدی:

(17) امام حاکمؒ (م405ھ)

(18) امام بیہقیؒ (م458ھ)

(19) امام ابن عبد البرؒ (م463ھ)

چھٹی صدی:

(20) امام بغویؒ (م516ھ)

(21) امام عبد الحق الاشبیلیؒ (م581ھ)–ان دونوں کا ذکر نہیں ہوا لیکن ان سے ثابت ہے

ساتویں صدی:

(22) امام ضیاء المقدسیؒ (م643ھ)

(23) امام نوویؒ (م676ھ)

آٹھویں صدی:

(24) علامہ ابن رشید الفہریؒ (م721ھ)

(25) حافظ ابن عبد الہادیؒ (م744ھ)

(26) امام ذہبیؒ (م748ھ)

(27) امام ابن قیم الجوزیہؒ (م751ھ)

(28) حافظ علائیؒ (م761ھ)

(29) حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدیؒ (م764ھ)

(30) علامہ بدر الدین الزرکشیؒ(م794ھ)

(31) حافظ ابن رجب الحنبلیؒ(م795ھ)

نویں صدی:

(32) علامہ برہان الدین الابناسیؒ(م802ھ)

(33) حافظ ابو الفضل زین الدین العراقیؒ(م806ھ)

(34) علامہ ابو زرعہ ابن العراقیؒ(م826ھ)

(35) علامہ برہان الدین الحلبیؒ(م841ھ)

(36) حافظ ابن حجر العسقلانیؒ(م852ھ)

(37) علامہ ابن امیر الحاجؒ(م879ھ)

(38) علامہ برہان الدین البقاعیؒ(م885)

دسویں صدی:

(39) علامہ شمس الدین سخاویؒ(م902ھ)

(40) علامہ جلال الدین سیوطیؒ(م911ھ)

گیارہویں صدی:

(41) علامہ عبد الحق دہلویؒ(م1052ھ)

بارہویں صدی:

(42) علامہ ابو الحسن السندھیؒ(م1138ھ)

(43) علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ(م1182ھ)

تیرہویں صدی:

(44) علامہ عبد القادر الاسطوانیؒ(م1314ھ)

(45) علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ(م1346ھ)

(46) علامہ عبد الرحمن مبارکپوریؒ(م1353ھ)

(47) علامہ عبد الرحمن بن یحیی المعلمیؒ(م1386ھ)

چودھویں صدی:

(48) شیخ صبحی ابراہیم الصالحؒ(م1407ھ)

(49) شیخ حماد بن محمد الانصاریؒ(م1418ھ)

(50) شیخ ناصر الدین البانیؒ(م1420ھ)–ان کا ذکر نہیں ہوا لیکن ثابت ہے

(51) علامہ محمد بن صالح العثیمینؒ(م1421ھ)

(52) علامہ محمد الامین بن عبد اللہ بن یوسف الارمی العلوی الشافعیؒ(م1441ھ)

(53) علامہ محمد بن علی بن آدم الاتیوبیؒ(م1442)

(54) علامہ ابو اسحاق الحوینی

(55) شیخ مشہور بن حسن آل سلمان

(56) شیخ حسین سلیم اسد الدارانی

(57) شیخ مرزوق بن ھیاس الزہرانی

امام سفیان بن عیینہؒ کے عنعنہ کو مطلقا رد کرنے والوں کا جواب:

جو لوگ امام سفیان بن عیینہؒ کے عنعنہ کو مطلق طور پر رد کرتے ہیں وہ اجماع جیسی ایک قطعی دلیل کے مقابلے میں اپنے بعض شبہات اور احتمالات کو دلیل بناتے ہیں۔ امام ابن عیینہ کی تدلیس پر شیخ زبیر علی زئیؒ نے اپنے مخصوص منہج کی تائید میں چند اعتراضات ذکر کیے ہیں جن کا جواب یہاں پر ہم دیں گے۔ شیخ زبیر علی زئیؒ کا رد لکھنے سے ہماری مراد ہر گز ان کی تنقیص کرنا نہیں ہے بلکہ شیخ صاحب ایک قابلِ احترام شخصیت تھے، اور ہم ان کی خدمات کو ہم خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ البتہ کسی شخص سے جب کوئی جزوی خطاء ہو جائے تو اس کا علمی رد کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، خصوصا اس وقت جب کسی کی رائے شاذ اور مردود ہو اور اس شاذ رائے میں اس کی پیروی کی جاتی ہو۔ چنانچہ دل میں ایک حد تک عقیدت و محبت رکھتے ہوئے کسی بڑے عالم کی غلطی کو رد کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس رد کو ذاتی رد کی بجائے علمی رد ہی سمجھنا چاہیے، اور امید ہے کہ ان کی پیروی کرنے والے بھی ان سے اپنی عقیدت کو راہِ حق کی تلاش میں رکاوٹ نہ بناتے ہوئے خلوصِ نیت سے اسے پڑھیں گے۔

اعتراض نمبر 1: ابن عیینہ کے ثقہ شیوخ میں بعض مدلسین کا ہونا:

ایک اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ امام ابن عیینہ اگرچہ صرف ثقات سے ہی تدلیس کرتے ہوں لیکن ان کے ثقہ شیوخ میں بعض مدلسین بھی ہیں، تو اگر ابن عیینہ کسی ایسے ثقہ مدلس کو سند سے گرا دیں جس نے خود سند میں تدلیس کی ہو، تو ان کے ثقہ شیخ کی تدلیس کی وجہ سے سند مشکوک رہے گی، چنانچہ یہ اعتراض بیان کرتے ہوئے شیخ زبیر علی زئیؒ فرماتے ہیں:

"ابن عیینہ جن ثقہ شیوخ سے تدلیس کرتے تھے ان میں سے بعض بذاتِ خود مدلس تھے مثلاً ابن جریج وغیرہ۔ ابن عیینہ کے اساتذہ میں امام زہری، محمد بن عجلان اور سفیان ثوری وغیرہم تدلیس کرتے تھے لہٰذا امام سفیان بن عیینہ کا عنعنہ مشکوک ہے۔"

(دیکھئے فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام: جلد 2 صفحہ 147 تا 154)

اس اعتراض کے کئی جواب ہیں:

جواب نمبر 1:

یہ دعوی کہ ابن عیینہ نے جس روایت میں تدلیس کی ہو اس میں مزید کسی اور کی تدلیس شامل ہو سکتی ہے، محض ایک احتمال ہے، بلکہ احتمال در احتمال ہے، اور حقیقت میں ایسا ہونا ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ ایک قطعی دلیل یعنی اجماع کے ثابت ہو جانے کے بعد کسی محتمل دلیل سے اسے رد نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جو لوگ اس احتمال کو دلیل بناتے ہیں ان کو چاہیے کہ احتمالات کے ذریعے دلائل کو رد نہ

کریں، اور اپنے ان احتمالات کو دلیل سے ثابت کیجیے۔ محدثین کے اجماع اور کبار ائمہ کے تعامل میں کبھی کسی نے یہ اعتراض پیش نہیں کیا جو صدیوں بعد پیش کیا گیا ہے۔ کیا تمام ائمہ علل اور محدثین اتنے اہم اصول سے لاعلم تھے!؟
چنانچہ کسی ٹھوس دلیل کی عدمِ موجودگی میں ہم اجماعِ محدثین کو رد نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی بات علم پر مبنی ہے جبکہ فریقِ مخالف کا یہ دعویٰ عدمِ علم اور احتمال پر مبنی ہے۔ احتمالات اور 'اگر مگر' جیسے جملوں سے صحیح حدیثوں کو رد کرنا منکرینِ حدیث کا رویہ ہے، اہل حدیثوں کا نہیں!

جواب نمبر2:

جن محدثین نے امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو مقبول قرار دیا ہے انہوں نے یہ فیصلہ فریقِ مخالف کی طرح محض کسی احتمال پر نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے ان کی تحقیق شامل ہے، انہوں نے امام ابن عیینہ کی مرویات کا تتبع واستقراء کر کے یہ فیصلہ سنایا ہے اور وہ ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں کہ ابن عیینہ نے کس کس سے تدلیس کی ہے اور کہاں کہاں کی ہے، پس اگر ان کا عنعنہ کسی بھی اعتبار سے ان کی روایت کی صحت کو مضر ہوتا تو وہ کبھی یہ فیصلہ نہ سناتے۔ لہٰذا محدثین کے استقراء وتعامل کی مخالفت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بھی تحقیق کریں اور اپنے اندازے نہ لگائیں، اگر آپ نے ابن عیینہ کی مرویات کا خود تتبع کیا ہوتا تو یوں محدثین کے فیصلے کے خلاف اپنے اندازوں اور فرضی باتوں کو دلیل نہ بناتے۔
اس کی مثال ہم ابن عیینہ کی تدلیس کی مثالوں میں عملاً بھی دیکھ چکے ہیں۔ پس ان کی تدلیس شدہ مرویات میں ایسی ایک بھی روایت نہیں ملتی جس میں ابن عیینہ اور مروی عنہ کے درمیان کی سند صحت کے درجے تک نہ پہنچتی ہو، چاہے درمیان سے گرنے والا واسطہ مدلس ہو یا نہ ہو۔ اسی لیے ہم نے اوپر ذکر کیا تھا کہ ابن عیینہ کی تدلیس کے غیر مضر ہونے میں صرف ایک سبب شامل نہیں ہے بلکہ کئی اسباب مل کر ان کے عنعنہ کو مقبول بناتے ہیں، جیسے:

1) ان کا صرف ثقات سے تدلیس کرنا۔
2) حدیث میں ان کا امامت اور نقد کے درجے پر ہونا جس سے وہ صحیح وسقیم اور مدلَّس اور غیر مدلَّس روایت میں تمیز کرتے ہیں۔
3) ان کا اپنے بعض شیوخ کی روایات میں اثبت الناس ہونا اور ان کی صرف صحیح روایات میں تدلیس کرنا۔
4) حدیث میں ان کی تدلیس کا وقوع بہت کم ہونا۔

وغیرہ

چنانچہ امام ابن عیینہ درمیان سے جب بھی کوئی واسطہ گراتے ہیں تو وہ ثقہ اور ثابت ہوتا ہے چاہے وہ کسی مدلس کا ہی واسطہ ہو، اس بات کی گواہی محدثین کے اقوال، ان کی تحقیق وتتبع، اور ابن عیینہ کی مرویات میں سے ہر ایک میں موجود ہے، جبکہ فریقِ مخالف کے پاس کیا ہے؟ صرف ایک بے بنیاد اور فرضی دعویٰ!

اس کے برعکس شیخ زبیر علی زئیؒ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے امام ابن عیینہ کی ابن جریج سے تدلیس کی ایک مثال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ آپ نے عمرو بن دینار (ثقہ) سے ایک حدیث بیان کی۔ پوچھنے پر بتایا کہ:

"حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ"

مجھے علی بن مدینی نے عن الضحاک بن مخلد عن ابن جریج عن عمرو بن دینار کی سند سے یہ حدیث سنائی۔

(فتح المغیث 1 ص 184)

[یہ روایت صحیح سند کے ساتھ الکفایہ ص 359-360 میں مطولاً موجود ہے۔]

حدیث اور اصول حدیث کے عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ یہ سند ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن جریج کا ضعفاء سے تدلیس کرنا بہت زیادہ مشہور ہے۔ (دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص 55، 56)"

(فتاویٰ علمیہ: 2/148)

حالانکہ اس مثال میں کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ ابن جریج نے اس میں تدلیس کی ہے، محض عنعنہ کا ہونا تدلیس کی دلیل نہیں ہے، جبکہ شیخ صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ابن عیینہ نے کسی ایسی روایت میں تدلیس کی ہے جس میں ساقط واسطے نے بھی تدلیس کی ہے، اور اس دعوے کو ثابت کرنے سے وہ قاصر ہیں! گویا ایک احتمال کے بھی احتمال پر شیخ صاحب نے اپنا دعویٰ رکھا ہے، اور ثبوت کی بنیاد پر ایک بھی بات نہیں کہی!

نیز شیخ زبیر علی زئیؒ کے نزدیک اصولِ حدیث کے کسی عام طالبِ علم کو بھی معلوم ہے کہ یہ سند ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور چونکہ ابن عیینہ نے ابن جریج سے تدلیس کی ہے اس لیے ان کا عنعنہ بھی مشکوک ہے۔

چلیں دیکھتے ہیں کیا واقعی اس حدیث کا ضعف عام طلبِ علم کے نزدیک واضح ہے یا شیخ زبیر علی زئیؒ سے ہی یہاں طالب علمانہ بات صادر ہوئی ہے:

اس واقعہ میں مذکور حدیث کو امام ابن جریج سے درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

- ابو عاصم الضحاک بن مخلد–ابو عاصم وہ ہیں جو تدلیس کے خلاف سخت موقف رکھتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ "جو حدیث بھی میں تمہیں روایت کروں وہ مجھے انہوں نے خود بیان کی ہوتی ہے اور ہم نے اسے ان سے براہِ راست نقل کیا ہوتا ہے، اور میں نے کبھی کسی حدیث میں تدلیس نہیں کی" (تہذیب الکمال: 13/ 286)۔ نیز ابن جریج سے ان کی روایت ان کی کتاب سے ہے۔ اور ابو عاصم اپنے مدلس شیوخ کے سماع کی تحقیق کرنے والوں میں سے بھی ہیں۔ چنانچہ ان کی ابن جریج سے روایت میں تدلیس کا امکان نادر ہے۔
- الحجاج بن محمد المصیصی–ان کی روایت کو امام ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب الاموال (617) میں ذکر کیا ہے، اور اس میں انہوں نے ابن جریج کے سماع کی تصریح نقل کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: " **حدثني حجاج، عن ابن جريج، قال: أخبرني عمرو بن دينار**"۔
- عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی–امام عبد الرزاق نے بھی اس روایت کو ابن جریج سے اپنی مصنف میں نقل کیا ہے اور انہوں نے بھی اس میں ابن جریج کے سماع کی تصریح کو ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "**عن ابن جريج قال: أخبرني عمرو بن دينار، عن جبير بن محمد**" (مصنف عبد الرزاق: 7286، نیز دیکھیں: السنن الکبری للبیہقی: 13031)۔

(نیز دیکھیں: ابن عیینہ کی تدلیس کی مثال نمبر 7)

الغرض ابن جریج کی اس روایت میں ان کی تدلیس کا کوئی شبہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ ان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور یہ بات بھی کسی عام طالبِ علم کے لیے مخفی نہیں ہو گی جو اس حدیث کی تحقیق میں ذرا سی بھی کوشش کرے گا۔ چنانچہ الٹا اس حدیث سے ہمارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابن عیینہ اپنے شیوخ کی روایات میں صرف ثقہ اور ثابت واسطے کے ذریعے سے تدلیس کرتے تھے۔ نیز وہ عمرو بن دینار کی حدیث کو دنیا میں سب سے زیادہ جانتے تھے، لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے خاص ترین شیخ کی روایت میں صحیح و ضعیف کی تمیز نہیں رکھتا ہو گا۔

جواب نمبر 3:

ابن عیینہؒ کے مدلس شیوخ میں جن جن کا نام لیا گیا ہے، ان کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1) **پہلی قسم:** وہ لوگ جن کو مدلس کہا گیا لیکن ان سے تدلیس کا صریح ثبوت نہیں پایا جاتا، جیسے: عبد الرزاق، زہری، اور محمد بن عجلان۔ جب ان سے تدلیس ہی ثابت نہیں تو ابن عیینہ کی ان سے تدلیس میں یہ شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا کہ انہوں نے بھی آگے سے تدلیس کی ہو گی۔

2) **دوسری قسم:** ابن عیینہ کے ثقہ مدلس شیوخ میں سے اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ائمہ حفاظ ہیں یا کثیر التلامذہ ہیں، جیسے: اعمش، ابن جریج اور ثوری وغیرہ۔ چنانچہ امام ابن عیینہ کی تدلیس مجاہیل یا ضعفاء سے تدلیس کی قبیل سے ہر گز نہیں ہے، بلکہ ان کے مدلس شیوخ مشاہیر اور ائمہ حفاظ ہیں۔ بالفرض اگر امام ابن عیینہ نے ان میں سے کسی کی ایسی روایت لے کر ان کا نام حذف کیا ہو جس میں خود انہوں نے تدلیس کی ہے، تو کیا اس روایت کو ابن عیینہ کے علاوہ اس ثقہ مدلس مکثر شیخ کے دیگر تلامذہ میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہو گا؟ بلاشبہ ان کی روایت کو کہیں نہ کہیں کسی نا کسی نے تو ظاہر کیا ہی ہو گا۔ نیز امام ابن عیینہ کی خود کی روایات میں غریب روایت کا وجود بڑی مشکل سے ملتا ہے تو اس بات کا کتنا امکان ہے کہ ابن عیینہ کی کسی غریب روایت میں اتنے مشہورِ زمانہ ائمہ کی بھی کوئی غریب روایت چھپی ہو گی؟

چنانچہ ایسے ائمہ کی روایت جب یقیناً ان کے کثیر تلامذہ میں سے کئی تلامذہ نے نقل کی ہو گی اور وہ طریق معروف ہو گا، تو قرائن اور مقارنہ کے ذریعے اس بات کو ظاہر کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہو گی کہ امام ابن عیینہ نے یہاں فلاں سے تدلیس کی ہے۔ اگر تدلیس ظاہر نہ بھی ہو تو کم از کم ان مدلس شیوخ کی روایت کا وجود یا ظہور کسی دوسرے طریق سے ضرور ثابت ہو جائے گا۔

تو جب ان ثقہ مدلس شیوخ کی روایت دوسرے طریق سے ظاہر ہو گئی تو کسی کے لیے یہ کہنا ممکن نہیں کہ ابن عیینہ کی کسی روایت میں ان ثقہ حفاظ کی کوئی ایسی چھپی ہوئی روایت موجود ہے جسے اس مدلس شیخ کے کسی اور تلمیذ نے روایت نہیں کیا اور نہ اس کو کہیں ظاہر کیا گیا ہے!

اگر اتنے بعید سے بعید تر احتمالات کو بھی دین میں دلیل بنایا جانے لگے تو دنیا کی کوئی حدیث صحیح نہ رہے!

3) **تیسری قسم:** امام ابن عیینہ کے مدلس شیوخ میں بعض ایسے ہیں جن کی تدلیس ایک مخصوص قسم کی تدلیس ہے جو ان کی روایات کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتی، جیسے: ابو الزبیر اور حمید الطویل۔ ان دونوں کی تدلیس اپنے مخصوص شیخ تک محدود ہے، پس ابو الزبیر کی تدلیس صرف سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے، اور حمید الطویل کی تدلیس صرف سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ مزید یہ کہ ان دونوں کی تدلیس کے واسطے معلوم اور ثقہ ہیں۔ ابو الزبیر سلیمان الیشکری کی کتاب کے ذریعے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے تدلیس کرتے ہیں، اور حمید الطویل ثابت البنانی کے ذریعے سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے تدلیس کرتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ یہ دونوں متقدم شیوخ ہیں اور فریقِ مخالف کے بیان کردہ احتمال کا یہاں پر لاگو ہونے کے لیے لازم ہے کہ ابن عیینہ کے شیوخ اور ان دونوں کے شیوخ مشترک ہوں، تبھی ممکن ہے کہ ابن عیینہ ان کو گِرا کر اپنے کسی شیخ سے ایسی روایت کریں جس کو اِن متقدم شیوخ نے بھی ابن عیینہ کے شیخ سے بالواسطہ نقل کر کے اس سے تدلیس کی ہو، اور یہ بات اگر ناممکن نہ سہی تو بہت زیادہ بعید ہے۔

جواب نمبر4:

اگر ہم فریقِ مخالف کے ذکر کردہ اس اعتراض کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی اس اعتراض سے امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو مطلقاردنہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ کسی روایت میں دوہری تدلیس کے ہونے کے لیے لازم ہے کہ امام ابن عیینہ جس سے معنعن روایت کریں وہ ان کا شیخ ہو، اور جس مدلس کو انہوں نے درمیان سے ساقط کیا ہے وہ شیخ اس مدلس کا بھی شیخ ہو۔ لیکن اگر امام ابن عیینہ اپنے کسی ایسے شیخ سے روایت کریں جو ان کے کسی مدلس شیخ کا شیخ نہیں ہے، تو اس میں ان کے کسی مدلس شیخ کے ساقط ہونے کا شبہ زائل ہو گیا۔ لہٰذا یہ اعتراض مطلق طور پر درست نہ رہا۔

اعتراض نمبر2:ابن عیینہ نے ایک متروک راوی ابو بکر الہذلی سے تدلیس کی ہے:

اس اعتراض کو ذکر کرتے ہوئے شیخ زبیر علی زئیؒ فرماتے ہیں:

"رہا یہ مسئلہ کہ آپ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے، محل نظر ہے۔ سفیان(بن عیینہ) نے محمد بن اسحاق کے بارے میں امام زہری کا قول نقل کیا کہ:

" أما إنه لا يزال في الناس علم ما بقى هذا"

لوگوں میں اس وقت تک علم باقی رہے گا جب تک یہ (محمد بن اسحاق بن یسار) زندہ ہیں۔

(تاریخ یحییٰ بن معین ج1 ص504، دوسرا نسخہ 157 ت979 من زوائد عباس الدوری، الکامل ابن عدی ج6 ص2119، میزان الاعتدال ج3 ص472)

اس روایت میں سفیان کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

سفیان نے یہ قول ابو بکر الہذلی سے سنا تھا۔ (الجرح والتعدیل ج7 ص191)

لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ سفیان بن عیینہ نے الہذلی سے تدلیس کی ہے۔

یہ الہذلی متروک الحدیث ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب 397)"

(فتاوی علمیہ:2/149)

اس اعتراض کے بھی کئی جواب ہیں:

جواب نمبر1:

شیخ زبیر علی زئیؒ سے یہاں پر ایک بڑی اور بنیادی غلطی ہو گئی، لیکن افسوس تو اس بات پر ہے کہ شیخ زبیر علی زئیؒ کی اس غلط فہمی کی بناء پر ان کے پڑھے لکھے اصحاب بھی ان کی اندھی تقلید میں اسی غلطی کو دہراتے رہے، اور ان میں سے کسی نے کبھی خود تاریخ ابن معین یا عام کتب رجال کھول کر دیکھنا گوارا نہیں کیا!

حقیقت یہ ہے کہ یہاں امام ابن عیینہ نے کوئی تدلیس نہیں کی ہے۔ اگر تاریخ ابن معین کے حوالے کو ہی غور سے پڑھ لیا جائے تو یہ اعتراض رفع ہو جاتا ہے۔ اس قول کا مکمل سیاق وسباق تاریخ ابن معین میں اس طرح مذکور ہے:

"سمعت العباس يقول سمعت محمد بن الفضيل الخراساني وقال حدثنا **سفيان قال كنا عند الزهرى** فدخل عليه محمد بن إسحاق فأقبل عليه ثم خرج محمد بن إسحاق فقال الزهرى أما إنه لا يزال في الناس علم ما بقى هذا "

(سفیان بن عیینہ نے کہا **ہم زہری کے پاس موجود تھے** جب محمد بن اسحاق ان کے پاس حاضر ہوئے، تو زہری ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر محمد بن اسحاق وہاں سے چلے گئے، تو زہری نے فرمایا: لوگوں میں اس وقت تک علم باقی رہے گا جب تک یہ زندہ ہیں)۔

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: 979، 1160)

جیسا کہ اس روایت میں بالکل واضح ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس واقعے کو براہِ راست امام زہری سے بیان کیا ہے، اور انہوں نے خود فرمایا ہے کہ وہ اس مجلس میں اس وقت موجود تھے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ نیز اس روایت میں ایسی کوئی دلیل ذکر نہیں ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ دو مختلف روایتیں یا واقعے ہیں بلکہ یہ ایک واقعہ ہے اور اسے ایک ہی سیاق کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ اتنی واضح نص کے باوجود کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہاں ابن عیینہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے!؟ نیز شیخ زبیر علی زئیؒ نے اس تصریح کا بھی ایک نہایت شاذ اور باطل جواب دینے کی کوشش کی ہے جو اس روایت کی نیچے پیش کردہ اسانید اور تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس روایت کی دیگر اسانید میں بھی ابن عیینہ کے سماع کی واضح تصریح موجود ہے۔ ان کا ذکر درج ذیل ہے:

- امام ابن ابی خیثمہؒ فرماتے ہیں:

"حدثنا إبراهيم بن المنذر الحزامي، عن ابن عيينة، قال: **والله لقد سمعت ابن شهاب** - ورأى محمد بن إسحاق - قال: ما يزل بالمدينة علم ما بقي هذا. "

(ابن عیینہ فرماتے ہیں: **اللہ کی قسم میں نے ابن شہاب کوسنا**–جب انہوں نے ابن اسحاق کو دیکھا، تو کہا: مدینہ میں اس وقت تک علم باقی رہے گا جب تک یہ زندہ ہیں)۔

(التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ، السفر الثالث:3167، وانظر: الارشاد للخلیلی:1/288)

اس سے زیادہ تاکید سماع کی تصریح پر اور کیا ہوگی کہ امام ابن عیینہ اپنے سماع پر اللہ کی قسم اٹھارہے ہیں! اور کتنی عجیب ترین بات ہے کہ اسی سماع پر بعض لوگ شک کررہے ہیں! جب کسی بھی طریقے وحیلے سے اپنے موقف کو ثابت کرنا ہو تو کیا کیا کرشمے انسان سے صادر ہوتے ہیں، سبحان اللہ!

- امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں:

"حدثنا عمر بن سنان، حدثنا محمد بن معدان، حدثنا ابن أعين، قال: سمعت سفيان يقول **كنا عند الزهري** ونهض بن إسحاق فقال الزهري لا يزال بها علم ما بقي "

(حسن بن محمد بن اعین فرماتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے سنا: **ہم زہری کے پاس موجود تھے** جب ابن اسحاق ان کے پاس کھڑے ہوئے، تو زہری نے فرمایا: یہاں پر اس وقت تک علم باقی رہے گا جب تک یہ زندہ ہیں)۔

(الکامل لابن عدی:7/258)

- امام ابن عدیؒ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

"حدثنا أحمد بن الحسن بن عبد الجبار، حدثنا محمد بن قدامة سمعت ابن عيينة يقول رأيت بن إسحاق قبل أن أرى الزهري **ورأيته جاء إلى الزهري** فقال له الزهري كيف أنت يا محمد ما لي لم أرك قال كيف أصل إليك مع بوابك هذا قال سفيان فدعا الزهري بوابه فقال إذا جاء هذا فلا تحبسه عني لا يزال بالمدينة علم ما كان بها. "

(محمد بن قدامہ الجوہری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ کو کہتے سنا کہ: زہری کو دیکھنے سے پہلے میں نے ابن اسحاق کو دیکھا، **میں نے دیکھا کہ وہ زہری کے پاس گئے**، تو زہری نے ان سے کہا: تم کیسے ہو اے محمد، کیا بات ہے کہ میں تمہیں نہیں دیکھتا ہوں؟ ابن اسحاق نے فرمایا: میں آپ کے پاس آپ کے اس دربان کی موجودگی میں کیسے آسکتا ہوں؟ پس زہری نے اپنے دربان کو بلایا اور اس سے کہا: یہ شخص جب بھی آئے اسے مجھ سے ملنے سے مت روکنا، مدینہ میں تب تک علم باقی رہے گا جب تک یہ اس میں موجود ہیں)۔

(الکامل لابن عدی:7/258-259)

اس روایت میں نہ صرف امام ابن عیینہ نے اس واقعے کے ذاتی مشاہدے کی صراحت کی ہے بلکہ اس روایت کا پسِ منظر جو ان کی موجودگی میں پیش آیا وہ بھی ذکر کیا ہے۔ اس اضافی تفصیل سے اس بات پر مزید تاکید ہوتی ہے کہ امام ابن عیینہ نے واقعی اس قصے کا خود مشاہدہ کیا ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس روایت میں امام ابن عیینہ کی تدلیس کا شبہ آیا کہاں سے؟ تو شیخ زبیر علی زئیؒ کے قول کے مطابق انہیں الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم کی ایک روایت سے یہ شبہ ہوا ہے۔ اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"نا عبد الرحمن نا صالح بن أحمد بن محمد بن حنبل قال نا علي يعني ابن المديني قال سمعت سفيان بن عيينة يقول رأيت ابن اسحاق والهذلي معه فحدث ابن اسحاق وهو شاب فقال الهذلي حين قام قال ابن شهاب لا يزال بالمدينة علم ما بقى هذا بها يعنى ابن اسحاق "

(سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے ابن اسحاق کو دیکھا جب ابو بکر الہذلی ان کے ساتھ موجود تھے، پس ابن اسحاق نے حدیث بیان کی حالانکہ وہ ابھی جوان تھے، تو جب وہ وہاں سے اٹھ گئے تو الہذلی نے کہا: ابن شہاب نے فرمایا: مدینہ میں تب تک علم باقی رہے گا جب تک یہ یعنی ابن اسحاق اس میں موجود ہیں)۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:7/191)

اس روایت میں یہی الفاظ امام ابن شہاب الزہری سے ابن عیینہ نے ابو بکر الہذلی کے حوالے سے نقل کیے ہیں، تو شیخ زبیر علی زئیؒ صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ یہاں ابن عیینہ نے تدلیس کی ہے۔ حالانکہ اس سے تدلیس کا ثبوت تو تب ہمیں ملتا جب امام ابن عیینہ نے دوسری روایت میں سماع کی تصریح نہ کی ہوتی، اور یہ بات بھی علم حدیث کا عام طالبِ علم جانتا ہے۔

یہ کیسی تدلیس ہے کہ جس میں راوی نے اپنے شیخ سے سماع کی تصریح بھی کر دی اور صرف اس لیے کہ وہی روایت اس سے بالواسطہ بھی مروی ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ لازماً اس نے تدلیس کی ہے! حالانکہ اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے تو یہ تدلیس کی نہیں بلکہ کذب بیانی کی دلیل بنتی ہے کہ ابن عیینہ نے یہ روایت زہری سے نہیں سنی لیکن اس کے باوجود اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اسے انہوں نے زہری سے سنا ہے! امام ابن عیینہ کے بارے میں ایسی بات کہنا بہت بڑی گستاخی ہے، نعوذ باللہ۔

اگر ہم ان دونوں روایتوں کی توجیہ و تطبیق تلاش کریں تو ہمیں درج ذیل توجیہات نظر آتی ہیں:

- ایک توجیہ یہ ہے کہ درحقیقت اس بات کو امام زہری نے دو موقعوں پر کہا ہے، اور ان دونوں واقعوں کو امام ابن عیینہ نے نقل کیا ہے، ایک بار بالواسطہ اور دوسری بار بلاواسطہ۔ اس کی دلیل ہمیں امام الفسوی کی درج ذیل روایت سے ملتی ہے جس میں انہوں نے ابن ابی حاتم کی مذکورہ بالا روایت کا پسِ منظر اور وضاحت پیش کی ہے، چنانچہ امام یعقوب بن سفیان الفسویؒ فرماتے ہیں:

"حدثني سلمة قال: قال علي سمعت سفيان يقول: رأيت أبا بكر الهذلي وابن إسحاق في ظل الكعبة- قبل أن يقدم علينا ابن شهاب بسنة- فجلست إليهما، فجلسا يتذاكران، فلما قام ابن إسحاق تبعه أبو بكر فقال: سمعت ابن شهاب يقول: لا يزال بالمدينة علم ما كان بها مولى مخرمة "

(سلمہ بن شبیب نے کہا: علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے سنا: ابن شہاب الزہری کے ہمارے پاس آنے سے ایک سال قبل میں نے ابو بکر الہذلی اور ابن اسحاق کو کعبہ کے سائے میں بیٹھے دیکھا، تو میں ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا، وہ دونوں مذاکرہ کرتے رہے، تو جب ابن اسحاق اٹھ کر چلے گئے تو ابو ابکر الہذلی نے کہا: میں نے ابن شہاب کو کہتے سنا ہے: مدینہ میں تب تک علم باقی رہے گا جب تک مخرمہ کا مولیٰ (یعنی ابن اسحاق) اس میں موجود ہیں)۔

(المعرفہ والتاریخ:2/27، والضعفاءلابی زرعہ:2/593، واسنادہ صحیح)

اس روایت میں امام ابن ابی حاتم کی روایت کی وضاحت موجود ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ:

 - ابن عیینہ نے اس قول کو ابو بکر الہذلی کے واسطے کے ساتھ تب سنا تھا جب وہ امام زہری سے ابھی نہیں ملے تھے۔ پس جب ان کی ملاقات امام زہری سے ہوئی تو دوبارہ انہوں نے امام زہری سے یہ قول براہِ راست سنا۔
 - ابن عیینہ کی براہِ راست روایت میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ ابن عیینہ نے فرمایا میں نے ابن اسحاق کو زہری کے پاس جاتے دیکھا تو انہوں نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور پھر جب وہ چلے گئے تو یہ الفاظ کہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن عیینہ نے یہ واقعہ خود دیکھا تھا، جبکہ ابو بکر الہذلی کی روایت میں ایسے کسی پسِ منظر کا ذکر نہیں ہے۔

- دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس روایت کو ابن عیینہ اور ابو بکر الہذلی سمیت وہاں موجود باقی لوگوں نے براہِ راست امام زہری سے سنا ہے، لیکن بعض رواۃ نے اس قول کو ایک دوسرے مقام پر ابو بکر الہذلی کے اپنے قول کے طور پر بھی روایت کیا ہے، تو ممکن ہے کہ بعض رواۃ نے ان دونوں چیزوں کو خلط کر دیا اور ابن عیینہ سے منقول ابو بکر الہذلی کے اپنے قول کو بھی انہوں نے زہری کی طرف منسوب کر دیا۔ چنانچہ امام یعقوب بن سفیان الفسویؒ نقل کرتے ہیں کہ:

"حدثنا محمد بن أبي عمر حدثنا سفيان قال: قال الهذلي: لا يزال بالمدينة علم ما بقي هذا الرجل- يعني ابن إسحاق "

(سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ ابو بکر الہذلی نے کہا: مدینہ میں تب تک علم باقی رہے گا جب تک یہ شخص اس میں موجود ہے، یعنی ابن اسحاق)۔

(المعرفہ والتاریخ:1/621،2/28)

- تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس روایت کو ابن عیینہ سے روایت کرنے والے والوں نے ہی اختلاف کیا ہے، نیز اس میں ان کا شدید اضطراب موجود ہے، لہٰذا اس کو امام ابن عیینہ کی تدلیس کی دلیل ہر گز نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت کو:
  - کبھی ابن عیینہ براہِ راست زہری سے روایت کرتے ہیں اور سماع کی تصریح بھی کرتے ہیں، بلکہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے زہری سے سنا ہے۔
  - کبھی ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابو بکر الہذلی نے اسے زہری سے نقل کیا ہے۔
  - کبھی ابن عیینہ اسے ابو بکر الہذلی کے اپنے قول کے طور پر روایت کرتے ہیں۔
  - کبھی ابن عیینہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اسے انہوں نے زہری سے سنا ہے، اور کہتے ہیں "كنا عند الزهری فدخل عليه محمد بن إسحاق" اور کبھی کہتے ہیں:"بلغني أن محمد بن إسحاق أتى الزهري ولم أكن حاضرا" (المعرفہ والتاریخ:2/742)۔
  - کبھی کہتے ہیں کہ ابو بکر الہذلی اور محمد بن اسحاق کی آپس میں ملاقات ہوئی تو ابو بکر الہذلی نے یہ بات سنائی، اور کبھی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق اور زہری کی ملاقات ہوئی اور زہری نے یہ بات سنائی۔

چنانچہ ان توجیہات میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جائے، کسی بھی حالت میں یہاں امام ابن عیینہ کی تدلیس پر کوئی دلیل نہیں بنتی ہے، کیونکہ یہاں بات امام ابن عیینہ کے عنعنہ یا عدمِ تصریحِ سماع کی ہے ہی نہیں، انہوں نے تو بلکہ سماع کی واضح تصریح ذکر کی ہوئی ہے، لہٰذا اسے ان کی تدلیس کہنا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے راویوں کا اضطراب کہا جائے گا۔

جواب نمبر2:

شیخ زبیر علی زئیؒ کی بیان کردہ یہ مثال اگر واقعی ابن عیینہ کی تدلیس پر دلالت کرتی ہے تو:

- کیا وجہ ہے کہ اتنے بڑے ائمہ دین اور محدثینِ کرام صدیوں سے اس سے لاعلم رہے اور اس مثال کو امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثالوں میں نہیں گنا؟
- محدثین نے امام ابن عیینہ کی چھوٹی سے چھوٹی تدلیس کی بھی نشاندہی کی ہے، بلکہ اوپر امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثال نمبر 5 میں ہم نے دیکھا کہ امام ابو داود نے امام ابن عیینہ کی مسموع روایت میں سے بھی صرف ایک لفظ کی تدلیس کو واضح کیا ہے، لیکن انہی محدثین سے یہ تدلیس اوجھل کیسے رہ گئ!
- نیز کئی محدثین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ امام ابن عیینہ صرف ثقات سے تدلیس کرتے ہیں، کیا اس **مطلق** قاعدے کو ذکر کرنے سے پہلے ان سب محدثین کو یہ نہیں پتہ تھا کہ ابن عیینہ نے تو ایک متروک شخص سے تدلیس کی ہے؟

جواب نمبر 3:

اقوالِ جرح و تعدیل اور حکایاتِ علماء کی بنیاد پر کسی کی تدلیس کو نہیں پرکھا جاتا۔ ابن عیینہ کی جس روایت میں تدلیس کو یہاں پیش کیا جارہا ہے وہ نہ تو حدیثِ نبوی ہے، نہ قولِ صحابی، بلکہ ان کے شیخ سے مروی راوی کی تعدیل پر مشتمل ایک قول ہے۔ ایسے اقوال کی بنیاد پر کسی کو مدلس نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی کسی کی تدلیس پر کوئی سوال اٹھایا جاسکتا ہے۔ عام طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ جب بات عام اقوال کی آتی ہے تو محدثین ان میں حدیثی احتیاط اور سختی سے کام نہیں لیتے بلکہ وہ ان میں تساہل برتتے ہیں۔ چنانچہ جن چیزوں میں تساہل برتا جاتا ہے ان کی بنیاد پر کسی کی حدیث کو پرکھنا عقل مندی نہیں ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو بڑے بڑے ائمہ کو مدلس کہنا پڑے گا۔

نیز محدثین مجلسِ تحدیث کے علاوہ کسی مذاکرے میں بیان کی ہوئی حدیثِ نبوی تک کا اعتبار نہیں کرتے تھے کیونکہ اس میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے تو ایسے معمولی اقوال کا کیا اعتبار ہوگا کسی کی تدلیس کے حکم پر؟

چنانچہ امام عبد الرحمن بن مہدی جیسے امامِ حدیث بھی فرماتے تھے کہ:

"حرام عليكم أن تأخذوا عني في المذاكرة حديثا؛ لأني إذا ذاكرت تساهلت في الحديث"

(تم لوگوں پر حرام ہے کہ تم مجھ سے مذاکرہ کے دوران کوئی حدیث اخذ کرو، کیونکہ میں جب مذاکرہ کرتا ہوں تو حدیث میں تساہل کرتا ہوں)۔

(الجامع للخطیب:1111)

اگر حدیث کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام اقوال کا کیا حکم ہوگا؟

بلکہ عام کتبِ رجال میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے ائمہ جب اقوالِ جرح وتعدیل نقل کرتے ہیں تو اکثر سند پر دھیان نہ دیتے ہوئے محض قال فلان کہہ کر کسی کا قول نقل کر دیتے ہیں، اگر شیخ زبیر علی زئیؒ صاحب کی اس مثال کو دلیل بنالیا جائے تو ہمیں کئی ائمہ رجال اور ائمہ علل کو بھی مدلسین کی فہرست میں شمار کرنا پڑے گا۔

اعتراض نمبر 3: ابن عیینہ نے ایک متروک راوی الحسن بن عمارۃ سے تدلیس کی ہے:

اس اعتراض کو پیش کرتے ہوئے شیخ زبیر علی زئیؒ فرماتے ہیں:

"سفیان بن عیینہ نے حسن بن عمارہ (متروک / تقریب التہذیب ص 71) سے بھی تدلیس کی ہے"۔

(فتاویہ علمیہ: 2/149)

نیز شیخ صاحب نے اپنے اس دعوے کی دلیل امام دار قطنی کے درج ذیل قول کو بنایا ہے۔ امام دار قطنی ابن عیینہ کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ، وَإِنَّمَا أَخَذَهُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ عَنْهُ "

(اور اس روایت کو ابن عیینہ نے بھی فراس سے روایت کیا ہے، لیکن اسے انہوں نے فراس سے نہیں سنا، بلکہ انہوں نے اسے الحسن بن عمارۃ کے ذریعے سے ان سے اخذ کیا ہے)۔

(علل الدار قطنی: 3/144)

شیخ صاحب نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے یہاں پر ایک بڑی غلطی کی ہے۔ اور ابو بکر الہذلی کی مثال کی طرح یہاں بھی انہوں نے اس قول کے سیاق کو ظاہر نہیں کیا ہے، جبکہ اس کے سیاق میں ہی اس کا جواب موجود ہے۔

بہر حال اس اعتراض کے بھی درج ذیل پہلوؤں سے جواب دیے جاسکتے ہیں:

جواب نمبر 1:

امام ابن عیینہؒ نے یہاں ہر گز تدلیس نہیں کی ہے۔ کسی محدث کا صرف یہ کہہ دینا کہ فلاں نے فلاں حدیث کو فلاں سے نہیں سنا ہے، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس راوی نے لازماً اس میں تدلیس کی ہے۔ کسی محدث کا کسی حدیث میں سماع نہ ہونے کے کئی دیگر اسباب بھی ہو سکتے ہیں جیسے:

1) راوی کے تلامذہ کا اختلاف ہونا۔

2) واسطے کے بغیر والی روایت کی سند کا ضعیف ہونا۔

3) روایت میں اضطراب کی وجہ سے اس روایت کے طرق کا بگڑ جانا۔

لہٰذا محض دار قطنی کے اس قول کو بلا سیاق اور بلا تحقیق دیکھے سیدھا تدلیس کا حکم لگا دینا علم حدیث سے ناواقفیت کی نشانی ہے۔

چنانچہ یہاں بھی اگر اس قول کے سیاق کو دیکھا جائے تو امام دار قطنی کی مراد محض یہ ہے کہ اس روایت کو اصلاً ہی امام ابن عیینہ نے الحسن بن عمارۃ سے اخذ کیا ہے، جبکہ فراس سے براہِ راست روایت صحیح / درست نہیں ہے۔ چنانچہ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں:

"وأما حديث فراس، فرواه عنه شريك بن عبد الله، وفضيل بن مرزوق، وعبد الله بن ميسرة أبو ليلى، والحسن بن عمارة.

وقيل: إن شريكا وفضيل بن مرزوق، إنما أخذاه عن الحسن بن عمارة، ولم يسمعاه من فراس.

ورواه ابن عيينة، عن فراس، ولم يسمعه منه، وإنما أخذه عن الحسن بن عمارة عنه.

ورواه إبراهيم بن طهمان، عن الحسن بن عمارة، عن فراس، عن الشعبي، فقال: عن حارثة بن مضرب، عن علي.

وقيل: عن ابن عيينة فيه أقاويل عدة.

- وقال المسيب بن واضح عنه، عن فراس.
- وقال أبو مسلم المستملي عبد الرحمن بن يونس، وابن المقريء، عن ابن عيينة، عن الحسن بن عمارة، عن فراس.
- وقال ابن أبي عمر العدني: عن ابن عيينة، حدثنا بعض أصحابنا، عن فراس.
- وقال عمرو الناقد عن ابن عيينة ذكر ذلك عن الشعبي.
- وقال مشكدانة: عن ابن عيينة، حدثنا غير واحد، عن الشعبي.
- وقال كثير بن يحيى عن ابن عيينة، عن عبيد المكتب، عن الشعبي.
- وقال يعقوب الدورقي عن ابن عيينة، ذكره داود عن الشعبي.

- وقال هارون بن حاتم عن ابن عيينة، عن خالد بن سلمة الفأفأ، عن الشعبي.
- وقال البرتي عن إسحاق بن إسماعيل، عن ابن عيينة، عن ليث، عن الشعبي، عن الحارث، عن علي. حدثناه النجاد عنه.
- وقال سعيد بن عيسى بن تليد عن ابن عيينة، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جابر، حدثناه أبو عبد الله الأيلي، قال: حدثنا مقدام بن داود بن عيسى، حدثنا عمي سعيد بن عيسى، حدثنا ابن عيينة.... الحديث.
- وقال سعيد بن أبي مريم، عن ابن عيينة، عن إسماعيل بن أبي خالد، عن الشعبي.

وكلهم قالوا: عن الحارث، عن علي. "

(علل الدارقطنی:3/143-147)

امام دارقطنی کے قول کے اس سیاق سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

- امام دارقطنیؒ نے یہ قول جو انہوں نے امام ابن عیینہ کے بارے کہا ہے، بعینہ وہی قول انہوں نے اسی روایت میں شریک اور فضیل بن مرزوق کے بارے میں بھی کہا ہے:" إنما أخذاه عن الحسن بن عمارة، ولم يسمعاه من فراس "۔ تو اگر اس قول سے ابن عیینہ کی تدلیس ثابت ہوتی ہے تو اسی قول سے فضیل بن مرزوق بھی مدلس ثابت ہوئے۔ حالانکہ فضیل کو کسی نے مدلس نہیں کہا ہے!
- امام ابن عیینہ نے اس روایت کو فراس سے براہِ راست نہیں سنا ہے اس کی دلیل دیتے ہوئے امام دارقطنی نے امام ابن عیینہ سے اسے روایت کرنے والے رواۃ کا اختلاف نقل کیا ہے۔ نیز اس روایت میں راویوں نے شدید اضطراب کیا ہے اور کسی کی روایت میں ایک جیسی بات مذکور نہیں ہے۔ امام دارقطنیؒ نے ابن عیینہ سے روایت کرنے والوں کے گیارہ طرق ذکر کیے ہیں اور سبھی میں اختلاف ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی کے قول "ابن عیینہ نے اسے فراس سے نہیں سنا" سے مراد تدلیس نہیں بلکہ ان کی روایت کا اضطراب ہے۔
- امام دارقطنیؒ کے قول سے واضح ہے کہ اس روایت کو ابن عیینہ عن فراس سے نقل کرنے والا راوی المسیب بن واضح ہے، جبکہ عبد الرحمن بن یونس اور ابن المقریٔ نے اسے ابن عیینہ سے عن الحسن بن عمارۃ عن فراس کے طریق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

جبکہ بعض دیگر رواۃ جیسے ابن ابی عمر نے بھی اسے واسطے کا نام ذکر کیے بغیر ابن عیینہ سے بالواسطہ ہی فراس سے نقل کیا ہے (یعنی

ابن عیینہ عن بعض اصحابنا عن فراس)۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ابن عیینہ سے اسے بلا واسطہ فراس سے نقل کرنے والا صرف المسیب بن واضح ہے، اور وہ ضعیف راوی ہے۔ نیز امام نسائی، امام دار قطنی، اور امام عقیلی وغیرہ نے اسے متروک کہا ہے (لسان المیزان:8/69)۔

پس جب بلا واسطہ والی روایت کی سند ہی ضعیف ہے تو ظاہر سی بات ہے دار قطنی کا یہ کہنا درست ہے کہ اس روایت کو ابن عیینہ نے فراس سے نہیں سنا۔ لہٰذا اس کو امام ابن عیینہ کی تدلیس کی مثال بنانا بہت بڑی غلطی ہے۔

<u>جواب نمبر2:</u>

اگر امام دار قطنی کے مذکورہ بالا قول کو ابن عیینہ کی تدلیس پر محمول کیا جائے تو نا صرف یہ اوپر بیان کردہ توضیح کے مخالف ہے بلکہ خود امام دار قطنی کے قول و عمل کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ امام دار قطنیؒ نے امام ابن عیینہ کے بارے میں صراحتاً فرمایا ہے کہ وہ ثقات سے تدلیس کرتے تھے (سؤالات الحاکم للدار قطنی: ص175)۔ نیز اپنی علل میں عملاً بھی انہوں نے ابن عیینہ کی معنعن روایات کی تصحیح فرمائی ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

الغرض اگر امام دار قطنیؒ کو معلوم تھا کہ ابن عیینہ نے ایک ضعیف راوی سے تدلیس کی ہے تو انہوں نے اپنے قول و عمل سے اس کی مخالفت کیوں کی؟ اس سب کا ایک ہی مطلب ہے، وہ یہ کہ امام دار قطنی کی اس قول سے مراد تدلیس تھی ہی نہیں اور یہ بات سند اور سیاق دونوں کے موافق ہے۔

نیز دار قطنی کے علاوہ دیگر کبار محدثین جنہوں نے امام ابن عیینہ کی معنعن روایات کو حجت مانا ہے، ان کو بھی ابن عیینہ کی اتنی قبیح تدلیس کیوں نظر نہیں آئی؟ گویا تمام محدثین اور ائمہ کے اجماع کو چھوڑ کر ایک منفرد اور شاذ فہم کو ان پر حجت بنانا بہت بڑی بات ہے۔

<u>اعتراض نمبر4: ابن عیینہ نے ایک متروک راوی عمر بن حبیب سے تدلیس کی ہے:</u>

اس اعتراض کو ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے لیکن چونکہ مستدرک الحاکم کی ایک حدیث میں ابن عیینہ کی تدلیس پر کسی کو شبہ پیدا ہو سکتا ہے اس لیے اس کی وضاحت بیان کرنا بھی ہم نے ضروری سمجھا۔

چنانچہ امام حاکمؒ اپنی المستدرک میں روایت بیان کرتے ہیں کہ:

"وأخبرني محمد بن المؤمل بن الحسن، ثنا الفضل بن محمد، ثنا أحمد بن حنبل، قال: قرئ على سفيان بن عيينة وأنا شاهد الزهري، عن عبيد الله، عن ابن عباس رضي الله عنهما، ﴿ما أغنى عنه ماله وما كسب﴾ [المسد: 2] قال: «كسبه ولده» قال أحمد بن حنبل: **لم يذكر لنا ابن عيينة سماعه فيه، ثم بلغني أنه سمعه من عمر بن حبيب**"

(احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ ابن عیینہ پر ایک حدیث کی قراءت کی گئی جبکہ میں اس کا گواہ تھا، کہ زہری نے عبید اللہ سے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت "ما أغنى عنه ماله وما كسب" میں کسب کی تعبیر انسان کی اولاد سے کی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ابن عیینہ نے اس روایت میں ہمیں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن پھر مجھے یہ خبر پہنچی کہ اس روایت کو انہوں نے عمر بن حبیب سے سنا ہے)۔

(المستدرک:3985)

اس روایت کے تحت امام ذہبی تلخیص المستدرک میں فرماتے ہیں:

"عمرو بن حبيب واه"

(عمرو بن حبیب واہ (یعنی سخت ضعیف) ہے)

(ایضا)

یہاں امام ذہبیؒ سے غلطی ہوئی ہے، اور انہوں نے عمر بن حبیب نامی دو راویوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ نیز تلخیص المستدرک ان کی اولین کتب میں سے ہے اس لیے اس کتاب میں ان سے اس طرح کا تساہل یا غلطی ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بعض دیگر علماء نے بھی امام ذہبیؒ کی اس کتاب میں ان کی غلطیوں کی طرف نشاندہی کروائی ہے، جن میں سے اکثر کی امام ذہبیؒ نے خود اپنی بعد کی کتب میں تصحیح کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس میں ایک ظاہر سی غلطی تو یہی ہے کہ انہوں نے "عمر" کو "عمرو" لکھ دیا ہے، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ناسخ کی غلطی ہو۔

بہر حال عمر بن حبیب نام کے دو راوی ہیں:

1) عمر بن حبيب المكى القاضى ، سكن اليمن

2) عمر بن حبيب العدوى القاضى البصرى

ان میں سے اول متقدم شیخ ہیں جبکہ دوسرے متاخر ہیں۔

اول الذکر ثقہ حافظ ہیں (تقریب: 4873)، جبکہ ثانی الذکر ضعیف (تقریب: 4874) ہیں۔

یہاں جو عمر بن حبیب مراد ہیں وہ اول الذکر ہیں، جو ثقہ حافظ ہیں۔ اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

1- ابن عیینہ مکی ہیں جبکہ عمر بن حبیب المکی بھی مکی ہیں، الغرض دونوں کا شہر ایک ہے۔

2- عمر بن حبیب المکی کے شیوخ میں امام زہری کا ذکر ملتا ہے، لیکن عمر بن حبیب البصری کے شیوخ میں زہری کا ذکر نہیں ملتا کیونکہ وہ متاخر ہیں۔

3- عمر بن حبیب المکی کے تلامذہ میں امام ابن عیینہ کا نام ملتا ہے لیکن عمر بن حبیب البصری کے تلامذہ میں امام ابن عیینہ کا نام نہیں ملتا۔

4- عمر بن حبیب المکی کے بارے میں امام ابن عیینہ نے خود فرمایا ہے کہ: "كَانَ صاحبا لنا حافظا" (عمر بن حبیب المکی ہمارے ساتھی ہیں، حافظ ہیں) (التاریخ الکبیر للبخاری: 6/148)۔

چنانچہ یہاں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں کہ یہاں عمر بن حبیب سے مراد المکی ہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا کہ امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اپنی اکثر غلطیوں کو خود ہی اپنی دیگر کتب میں سدھار دیا ہوا ہے، تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی دیگر کسی کتاب میں عمر بن حبیب جو کہ ضعیف ہے اس کو کبھی زہری کا شاگرد یا ابن عیینہ کا شیخ نہیں لکھا ہے، بلکہ ہر جگہ ان دونوں باتوں کو انہوں نے عمر بن حبیب المکی کی طرف ہی منسوب کیا ہے (دیکھیں: سیر اعلام النبلاء: 9/490، ومیزان الاعتدال: 3/184، وتاریخ الاسلام: 4/159، 5/133 وغیرہ)۔

چنانچہ اس مثال سے الٹا ہمارا ہی موقف ثابت ہوتا ہے کہ امام ابن عیینہ ہمیشہ ثقہ لوگوں سے ہی تدلیس کرتے تھے، اور اس مثال میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ نیز دیکھیں ابن عیینہ کی تدلیس کی مثال نمبر 14۔

اعتراض نمبر 5: ابن عیینہ کے عنعنہ کو امام أبو حاتم الرازی نے رد کیا ہے:

اس اعتراض کو ذکر کرتے ہوئے شیخ زبیر علی زئیؒ فرماتے ہیں:

"ابو حاتم الرازی نے سفیان بن عیینہ عن ابن ابی عروبہ والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا: اگر یہ (روایت) صحیح ہوتی تو ابن ابی عروبہ کی کتابوں میں ہوتی اور ابن عیینہ نے اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کی اور یہ بات اسے ضعیف قرار دے رہی ہے۔ (علل الحدیث 1/32 ح60، الفتح المبین ص 41)"

(فتاوی علمیہ:2/151)

یہاں پر شیخ زبیر علی زئیؒ سے عبارت کے ترجمہ میں ایک غلطی سرزد ہوئی ہے جو اس قول کو سمجھنے میں بہت اہم ہے۔ نیز اس قول کے سیاق کو سمجھنا بھی اس قول کے فہم کے لیے اہم ہے۔

امام ابو حاتم کے قول کا اصل متن، پسِ منظر اور ترجمہ درج ذیل ہے۔ امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں:

"سألت أبي عن حديث رواه ابن عيينة، عن سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن حسان بن بلال، عن عمار، عن النبي (ص) ؛ في تخليل اللحية؟

قال أبي: لم يحدث بهذا أحد سوى ابن عيينة، عن ابن أبي عروبة.

قلت: هو صحيح؟

قال: لو كان صحيحا، لكان في مصنفات ابن أبي عروبة، ولم يذكر ابن عيينة في هذا الحديث الخبر؛ وهذا أيضا مما يوهنه."

(میں نے اپنے والد سے ابن عیینہ کی سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن حسان بن بلال عن عمار عن النبی ﷺ سے مروی داڑھی میں خلال کرنے کی حدیث کے بارے میں پوچھا۔

میرے والد نے فرمایا: "اس حدیث کو ابن ابی عروبہ سے سوائے ابن عیینہ کے کسی اور نے روایت نہیں کیا ہے"۔

میں نے پوچھا: کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

انہوں نے فرمایا: "اگر یہ صحیح ہوتی تو ابن ابی عروبہ کی کتابوں میں موجود ہوتی، اور ابن عیینہ نے اس حدیث میں سماع کی تصریح ذکر نہیں کی ہے، اور یہ بات بھی اس روایت کو کمزور کرنے والے (اسباب) میں سے (ایک) ہے")۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: 1/487ح60)

جیسا کہ اس قول سے ظاہر ہوا کہ امام ابو حاتمؒ نے اس حدیث کی درج ذیل علتیں گنوائی ہیں:

1) سفیان بن عیینہ اسے ابن ابی عروبہ سے نقل کرنے میں اکیلے ہیں۔

2) یہ روایت ابن ابی عروبہ کی کتب میں موجود نہیں ہے۔

3) اور سفیان بن عیینہ نے اس میں سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔

نیز امام ابو حاتمؒ نے اکلوتے سماع کی عدمِ تصریح کو اس روایت کی علت نہیں بنایا بلکہ اسے اس حدیث کے ضعف کے اسباب میں سے ایک سبب بتایا ہے۔ اسی لیے انہوں نے فرمایا: "اور یہ چیز بھی اسے کمزور کرنے والیوں میں سے ہے"۔

شیخ زبیر علی زئیؒ کے ترجمے اور اصل قول میں درج ذیل باتوں کا فرق ہے:

1) شیخ صاحب نے اس ترجمے میں یہ باور کروایا ہے کہ گویا ابو حاتم کے نزدیک عدمِ تصریحِ سماع ہی اس حدیث کی اصل علت ہے۔ چنانچہ ان کا کہنا: "**اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کی اور یہ بات اسے ضعیف قرار دے رہی ہے**" اس میں امام ابو حاتم کے اصل قول کی ترجمانی نہیں ہے اور اس سے یہ باور ہوتا ہے گویا سماع کی عدمِ تصریح ہی کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔
2) امام ابو حاتم کے قول کے سیاق سے بھی اگر یہ بات کسی کو سمجھ نہ آئی ہو کہ اس حدیث کی علت کے اسباب ایک سے زائد ہیں، تو پھر بھی امام ابو حاتم نے مزید وضاحت اور تاکید کے لیے اس میں "**ایضا**" کا لفظ بھی بولا ہے، جس کو ترجمے میں پوری طرح سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔
3) اگر "ایضا" کا ترجمہ غلطی سے چھوٹ بھی گیا تو اس کے بعد "**مما**" کا لفظ بھی اس وضاحت پر مزید تاکید پیدا کر رہا ہے کہ عدمِ تصریحِ سماع اس حدیث کی غیر واحد علتوں میں سے محض ایک علت ہے، لیکن افسوس کہ اس کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔

الغرض امام ابو حاتم کے قول کا ایک ایسا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جس سے شیخ صاحب کے موقف کی زیادہ سے زیادہ تائید مل سکے۔

بہر حال، امام ابو حاتمؒ کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو مطلق طور پر ضعف کا سبب نہیں مانتے ہیں۔ بلکہ ایک خاص مقام اور ایک معین حدیث کی نکارت کے پیشِ نظر انہوں نے ابن عیینہ کے عنعنہ کو محض ایک سببِ علت کے طور پر بیان کیا ہے۔ اور علم علل الحدیث کا ہر طالب علم یہ جانتا ہے کہ ائمہ علل ہر حدیث پر ایک خاص ذوق رکھتے ہیں، نیز جب کسی خاص حدیث پر اس کی نکارت کی وجہ سے عدمِ صحت کا حکم لگاتے ہیں تو وہ اکثر ایک سے زائد قرائن کو ایک دوسرے کی تقویت یا موافقت کے طور پر پیش کرتے ہیں، جو اکلوتے اپنے آپ میں عموماً موجبِ ضعف نہیں ہوتے، جیسے:

1) تفرد اپنے آپ میں موجبِ ضعف نہیں ہے لیکن جب دیگر قرائن اس کے ساتھ ہوں جیسے راوی کا کمزور حافظہ، مروی عنہ شیخ کا مشہور اور مکثر ہونا، یا متن میں کسی عجیب یا خلافِ شرع بات کا ہونا، یا روایت کا راوی کے شیخ کی کتب میں نہ ہونا وغیرہ، تو ائمہ علل ان جیسے قرائن کو ایک دوسرے کے ساتھ تقویت دے کر تفرد کو ایک علت کے طور پر دیکھتے ہیں اور اسے رد کر دیتے ہیں۔

2) حافظے میں معمولی سی خرابی ہونا راوی کی روایت کے لیے عموما موجبِ ضعف نہیں ہوتا لیکن قرائن کی روشنی میں ایسی معمولی وجوہات بھی علت بن جاتی ہیں، جیسے: ایسے راوی کا اپنے سے احفظ راوی کی مخالفت کرنا، یا اس کا اپنی روایت میں اضطراب کرنا، یا سلوک الجادۃ اختیار کرنا (یعنی آسان اور مشہور طریق کو مشکل طریق کے مقابلے میں سبقت لسانی اور وہم کی وجہ سے بیان کر دینا) وغیرہ۔

3) غیر مدلس راوی کا عنعنہ عموماً مقبول ہوتا ہے لیکن بعض اوقات ان کی روایات کے بعض طرق میں کسی راوی کا اضافہ ہوتا ہے، تو ائمہ علل اس بات کا شک پیش کرتے ہیں کہ شاید اس راوی نے یہاں تدلیس کی ہے۔ جیسے امام احمد نے ایک جگہ امام اوزاعی اور ایک جگہ امام شعبہ کی تدلیس کا شبہ پیش کیا ہے، اگرچہ وہاں تدلیس ثابت نہیں، لیکن اس پر محض ان کا شک کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ علل حدیث میں ائمہ علل کا کیا منہج اور طریقہ ہوتا ہے۔

گویا قرائن اور زمینی حقائق کی روشنی میں ائمہ علل اکثر عمومی قاعدے سے ہٹ کر فیصلے سناتے ہیں، چنانچہ عام کو خاص پر محمول نہیں کیا جاسکتا، اور ائمہ کے کسی معین حدیث پر خاص حکم کو عمومی قاعدہ نہیں بنایا جاسکتا۔

الغرض احادیث کی علل اور ترجیح کے قرائن بے شمار ہیں اور ایک علل کا امام ہر حدیث کو ان قرائن کی روشنی میں دیکھ کر کوئی فیصلہ سناتا ہے، پس جو قرینہ جس حدیث میں زیادہ راجح معلوم ہو اس میں ویسا حکم لگتا ہے، چنانچہ ائمہ علل کے اقوال میں سے کسی خاص حدیث پر کسی ایک قرینے کو اٹھا کر کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ دیکھو اس امام کے نزدیک مطلق طور پر یہ قرینہ ہی حتمی قاعدہ ہے۔

چنانچہ شیخ طارق بن عوض اللہ امام ابو حاتم کے مذکورہ بالا قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ليس هناك تعاض بين قول أبي حاتم الرازي وقول ابن حبان البستي؛ فإن قول البستي إنما هو حكم عام فيما يدلسه ابن عيينة، بأنه لا يكون إلا عن ثقة، بينما قول أبي حاتم إنما هو حكم خاص بهذا الحديث، ولا يعارض الحكم الخاص بالحكم العام، بل يحمل العام علي الخاص.... لأن أبا حاتم – وأمثاله من النقاد – لا تخفي عليه القاعدة العامة.... والقول في ذلك كالقول في أخطاء الثقات؛ فإن الثقة إذا وهمه إمام حافظ ناقد في حديث معين، وأعل الحديث بتفرده به، لا يصلح لمن دونه أن يدفع ذلك الإعلال بمجرد ثقة الراوي، وأن تفرده مقبول في الأصل، فإن ثقة هذا الراوي لا تخفي علي مثل

هذا الإمام، بل قد يكون هو نفسه يوثقه، ولكنه حيث وثقه إنما حكم عليه حكما عاما، وحيث خطأه في هذا الحديث المعين فإنما هذا حكم خاص يتعلق بهذا الحديث المعين، فلا يدفع الحكم الخاص بالحكم العام، بل يحمل العام علي الخاص، فيقال: هو ثقة إلا أنه أخطأ في هذا الحديث"

(امام ابو حاتم الرازی کے قول اور امام ابن حبان البستی کے قول میں کوئی تعارض نہیں ہے، امام ابن حبان کا قول ابن عیینہ کی تدلیس کے متعلق ایک عام حکم ہے کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے، جبکہ امام ابو حاتم کا قول اس حدیث کے متعلق ایک خاص حکم ہے، چنانچہ خاص حکم کا عام حکم سے تعارض نہیں کیا جاتا، بلکہ عام حکم کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے۔۔۔ کیونکہ امام ابو حاتم– اور ان جیسے دیگر نقاد– پر یہ عام قاعدہ مخفی نہیں ہے۔۔۔ نیز اس موقع پر جو قول ہے وہ اسی طرح ہے جیسے ثقہ راویوں کی غلطی پر ہوتا ہے، پس ایک ثقہ راوی کی طرف جب کوئی امام حافظ ناقد کسی معین حدیث میں غلطی کو منسوب کرتا ہے اور اس حدیث کو اس ثقہ راوی کے تفرد کی وجہ سے عیب لگاتا ہے، تو اس امام سے کم تر شخص کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس تعلیل کو محض راوی کے ثقہ ہونے کی وجہ سے رد کر دے، یا اس لیے رد کر دے کہ راوی کا تفرد اصلاً مقبول ہوتا ہے، کیونکہ اس راوی کی توثیق اس امام پر مخفی نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس امام نے خود ہی اس کی توثیق کی ہو، لیکن اس امام نے جب اس راوی کی توثیق کی تو اس پر ایک عام حکم لگایا، لیکن جب انہوں نے اس راوی کی طرف اس معین حدیث میں غلطی کو منسوب کیا ہے تو یہ ایک خاص حکم ہے جو اس معین حدیث کے ساتھ جڑا ہوا ہے، چنانچہ خاص حکم کو عام حکم سے رد نہیں کیا جا سکتا بلکہ عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، پس یہ کہا جائے گا کہ: وہ راوی ثقہ ہے لیکن اس نے اس حدیث میں غلطی کی ہے)۔

(تذہیب تقریب التہذیب: ص273-274)

چنانچہ امام ابو حاتمؒ کا مذکورہ قول ایک خاص حکم ہے جو ایک خاص حدیث کے متعلق ہے جس کی نکارت اور عدمِ صحت کو دیکھتے ہوئے امام ابو حاتم نے بطورِ ممکنہ سبب پیش کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ امام ابو حاتم ابن عیینہ کی تمام معنعن روایات کے متعلق مطلق طور پر یہ رائے رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابن عیینہؒ نے اس حدیث میں لازماً تدلیس کی ہے اور وہ بھی ضعیف راوی سے تدلیس کی ہے!

<u>جواب نمبر2:</u>

جو لوگ امام ابن عیینہؒ کے عنعنہ کو رد کرتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ:

1- امام ابن عیینہ کا عنعنہ مطلقاً یعنی ہر ہر جگہ پر مردود ہے جہاں سماع کی تصریح نہیں ہے۔

2- امام ابن عیینہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے یہ قاعدہ غلط ہے بلکہ ان کی تدلیس ضعیف لوگوں سے بھی ثابت ہے۔

3- اور امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو ائمہ میں سے امام ابو حاتم الرازی نے رد کیا ہے۔

حالانکہ اگر ہم ان کی اس دلیل کو دیکھیں تو اس سے مندرجہ بالا ایک بھی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ:

1- جہاں تک **پہلے دعوے** کی بات ہے تو: امام ابو حاتم کے اس قول سے محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ابن عیینہ کی اس معین حدیث میں دیگر قرائن کو دیکھتے ہوئے امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو بطورِ علت ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام ابو حاتم نے اس کو بطورِ عمومی قاعدہ اپنایا ہے اور ابن عیینہ کی ہر معنعن روایت پر یہی حکم لگایا ہے! بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے۔

2- جہاں تک **دوسرے دعوے** کی بات ہے تو: امام ابو حاتم کے اس قول میں بھی ابن عیینہ کی تدلیس صراحتاً ثابت نہیں ہے، بلکہ محض عدمِ تصریحِ سماع ہے۔ چنانچہ اس قول سے یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ امام ابن عیینہ ضعیف راوی سے تدلیس کرتے تھے، کیونکہ جہاں اصلاً تدلیس کا ہی صریح ثبوت موجود نہیں وہاں ضعیف راوی سے تدلیس کے ثبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابن عیینہ کے بارے میں اس عمومی قاعدے کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے تدلیس نہیں کرتے تھے کے خلاف یہاں کوئی دلیل موجود نہیں جو اس قاعدے کو فاسد کر دے۔

3- جہاں تک **تیسرے دعوے** کی بات ہے تو وہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ امام ابو حاتم الرازی نے ابن عیینہ کے عنعنہ کو کبھی مطلقا رد نہیں کیا ہے۔

اوپر ہم نے امام ابو حاتم الرازی کی طرف سے کئی مثالیں ذکر کی ہیں جن میں انہوں نے امام ابن عیینہ کی معنعن روایات پر نہ صرف اعتماد کیا بلکہ انہیں دیگر ثقہ راویوں کے مقابلے میں فیصلہ کن اور راجح قرار دیا ہے۔

ایک طرف امام ابو حاتم کے وہ اقوال ہیں جن میں انہوں نے ابن عیینہ کی معنعن روایات کو خلافِ معمول قبول کیا، جبکہ دوسری طرف ان کا یہ ایک قول ہے جس میں انہوں نے قرائن اور دلائل کے پیشِ نظر ایک معین حدیث پر ایک خاص حکم لگایا ہے، لیکن اس کے باوجود شیخ زبیر علی زئیؒ نے امام ابو حاتم کے عمومی تعامل کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے ایک خاص حکم کو اپنی دلیل بنایا اور پھر اسی دلیل کو ایک عمومی قاعدے کے طور پر پیش کر دیا!

ہمارا سوال ہے کہ اگر یہ امام ابو حاتم کا قول ہے تو وہ اقوال اور تعامل بھی امام ابو حاتم کے ہی اقوال اور تعامل ہیں جن میں انہوں نے ابن عیینہ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے، ایک کو اخذ کر کے دوسرے کو نظر انداز کر دینا اور پھر یہ باور کروانا کہ امام ابو حاتم کا منہج ہمارے منہج کے موافق ہے، یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب نمبر3:

امام ابو حاتم کا بیان کردہ یہ قول امام ابن عیینہ کی تدلیس الاسناد پر بھی صریح نہیں ہے۔

امام ابن عیینہ کی ابن ابی عروبہ سے نہ صرف اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں ہے بلکہ ان کی سعید سے کسی بھی روایت میں سماع کی تصریح موجود نہیں ہے، جب اصلا اس طریق کا اتصال بذریعہ سماع ثابت نہیں تو یہ تدلیس کیسے ہوئی جس میں شیخ سے سماع کا ثبوت لازم ہوتا ہے؟ لہٰذا عین ممکن ہے کہ یہاں امام ابو حاتم کا اس حدیث میں عدمِ تصریح سماع کے ذکر کرنے سے اصلاً سماع کے عدمِ ثبوت کی طرف اشارہ ہو۔ اس صورت میں یہ قول تدلیس کی نہیں بلکہ ارسالِ خفی کی دلیل بنے گا۔

اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ ابن عیینہ نے ابن ابی عروبہ سے بذریعہ اجازہ یا مناولہ روایت کی ہو جس کی وجہ سے ان کی کسی روایت میں براہِ راست سماع کی تصریح نہیں ملتی ہے، اس کو اصولا عدمِ سماع سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے اور چونکہ اس میں براہِ راست سماع کی طرح احادیث کا ضبط نہیں ہوتا اس لیے اسے بطورِ قرینہ اور علت کے پیش کیا گیا ہے۔

الغرض محض امام ابو حاتم کا یہ کہہ دینا کہ ابن عیینہ نے خبر ذکر نہیں کی ہے، اپنے آپ میں تدلیس الاسناد کو لازم نہیں ہے۔ جہاں احتمال ہو وہاں احتجاج باطل ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک محتمل قول کے ذریعے محدثین کے ایک اجماعی موقف کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

جواب نمبر4:

اگر اس روایت میں امام ابن عیینہ کا محض عنعنہ ہی موجبِ ضعف اور اس کی بنیادی علت ہے، تو کیا دیگر ائمہ کے نزدیک بھی اس حدیث کی یہ علت واضح ہے؟ کیونکہ فریقِ مخالف جس اعتماد اور تیزی کے ساتھ ابن عیینہ کی معنعن روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں ابن عیینہ کا عنعنہ ہے لہٰذا مردود ہے، کیا اسی اعتماد کے ساتھ ائمہ بھی ان کے عنعنہ کی علت کو دیکھتے ہیں یا نہیں؟ آخر ایک اصول جو اتنا واضح ہو کہ ہر عام سے عام شخص بھی اس کو جانتا ہو اور دھڑا دھڑ معنعن روایتوں پر حکم لگاتا ہو، کیا ایسا ممکن ہے کہ اتنی واضح علت کبار ائمہ محدثین سے چھوٹ جائے یا اس پر ان کا کوئی اختلاف بھی ہو!؟

تو چلیں دیکھتے ہیں کہ دیگر کبار ائمہ اس حدیث پر کیا فرماتے ہیں:

1- امام احمد بن حنبلؒ:

امام خلال اپنی کتاب الاختصار میں امام احمد بن حنبل کے شاگرد مہنا بن یحیی الشامی سے نقل کرتے ہیں کہ:

" قلت لأحمد: حدّثوني عن الحميدي عن سفيان ابن عيينة عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن حسان بن بلال عن عمار ... الحديث فقال أبو عبد الله: إمَّا أن يكون الحميدي اختلط وإمّا أن يكون الذي حدّث عنه خلط، قلت: كيف؟ فحدثني أحمد قال: ثنا سفيان عن عبد الكريم عن حسان بن بلال عن عمار."

(میں نے امام احمد سے کہا: لوگوں نے مجھے حمیدی سے ایک حدیث سنائی ہے بطریق عن سفیان بن عیینہ عن سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ عن حسان بن بلال عن عمار۔۔۔ اور یہ حدیث ذکر کی۔ تو امام احمد نے فرمایا: یا تو حمیدی کا حافظہ بگڑ گیا ہے یا جس نے اسے ان سے روایت کیا ہے اس نے گڈ مڈ کر دی۔ میں نے پوچھا: کیسے؟ تو امام احمد نے مجھے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ نے ہمیں یہ حدیث عبد الکریم عن حسان بن بلال عن عمار کے طریق سے روایت کی ہے)۔

(الامام لابن دقیق العید: ص 491، وشرح ابن ماجہ لمغلطائی: ص 317)

اس قول سے ہمیں درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) امام احمد نے اس حدیث کی علت میں امام ابن عیینہ کے عنعنہ کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اگر یہ اتنی واضح اور بنیادی علت ہوتی جتنی باور کروئی جاتی ہے تو کیا امام احمد جیسا علل کا ماہر اس علت کو نظر انداز کرتے؟ اس کے برعکس ابن عیینہ کے عنعنہ جیسی واضح علت کو چھوڑ کر امام احمد حمیدی جیسے ثقہ شخص کے اوپر شک کر رہے ہیں کہ شاید ان سے غلطی ہوئی ہے۔ امام احمد کے نزدیک ابن عیینہ کے عنعنہ کے مقبول ہونے کی اس سے زیادہ عظیم مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

2) اس میں ہماری اوپر بیان کردہ بات کی بھی تائید موجود ہے کہ ائمہ کرام بعض اوقات حدیث کی نکارت کو دیکھتے ہوئے اس کا ایسا سبب پیش کرتے ہیں جو عام حالت میں علت یا موجبِ ضعف نہیں ہوتا۔ یہاں بھی امام احمد نے اس حدیث کی نکارت کو دیکھتے ہوئے اس کے ثقہ راوی امام حمیدی کی طرف غلطی اور اختلاط کو منسوب کیا، حالانکہ امام حمیدی عمومی طور پر ایک ثقہ غیر مختلط راوی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ کرام بعض اوقات خاص روایات میں خاص قرائن کے پیشِ نظر احادیث کو رد کرتے ہیں اور ان کے ضعف کو بعض غیر معمولی اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم ان خاص حالتوں کو عام قاعدہ سمجھ کر ہر جگہ ان کا اطلاق کریں۔

3) اگر ابن عیینہ کا عنعنہ ایک مطلق، حتمی اور متفق علیہ علت ہوتی تو دو عظیم ائمہ علل کے درمیان اس علت پر اختلاف نہ ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے نہیں کہ اس میں ابن عیینہ کا عنعنہ ہے یا حمیدی کا اختلاط ہے بلکہ اس لیے کہ اس میں نکارت ہے اور اس بات پر وہ دونوں متفق ہیں۔ ضعف و نکارت پر اتفاق ہونے کے بعد ایک ثانوی بات آتی ہے کہ اس نکارت کو کس کی طرف منسوب کیا جائے تو اس پر ان دونوں نے اپنے اپنے اندازے اور تجربے کے مطابق اس کے ممکنہ اسباب کو ذکر کر دیا۔ چنانچہ اگر آپ ایک ثانوی چیز کو اس حدیث کی اصل اور بنیادی علت کے طور پر پیش کریں گے تو سوال اٹھتا ہے کہ امام احمد کو یہ علت کیوں نظر نہ آئی؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث کی اصل اور بنیادی علت نہ ابن عیینہ کا عنعنہ ہے اور نہ حمیدی کا اختلاط بلکہ اس حدیث کی نکارت اور مخالفت ہی اس کی اصل علت ہے جس پر دونوں کا اتفاق ہے، جبکہ اس نکارت کے اسباب پر دونوں نے اپنا اپنا علمی اندازہ پیش کیا ہے جو کہ ہرگز اس کی بنیادی علت نہیں ہے۔

2- امام علی بن مدینیؒ:

مہنا بن یحیی الشامیؒ امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

"قال عباس العنبري لأحمد: قال أبو الحسن –يعني علي بن المديني: لم يسمع قتادة هذا إلا من عبد الكريم، قال أحمد: كأن علي بن المديني قد عرف الحديث"

(عباس العنبری نے امام احمد سے کہا: امام ابو الحسن علی بن مدینیؒ نے فرمایا: قتادہ نے یہ حدیث عبد الکریم ہی سے سنی ہے۔ امام احمد نے فرمایا: گویا علی بن مدینی (ابن عیینہ کی طرف سے) اس حدیث کو پہچانتے تھے)۔

(الامام لابن دقیق العید: ص 491، وشرح ابن ماجہ لمغلطائی: ص 317)

اس قول سے ہمیں درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1) اس حدیث میں امام ابن عیینہ کا عنعنہ ہونے کے باوجود امام علی بن مدینی نے اس حدیث کو قتادہ کی حدیث کے طور پر قبول کیا۔ اور فرمایا کہ قتادہ نے اس حدیث کو عبد الکریم سے اخذ کیا ہے۔ اگر ابن عیینہ کا عنعنہ اس حدیث کی بنیادی اور مطلق علت ہوتا تو امام ابن المدینی اسے قتادۃ کے طریق سے درست نہ جانتے۔

2) نیز امام علی بن مدینی کا قول جاننے کے بعد امام احمد کا یہ کہنا: "گویا علی بن مدینی اس حدیث کو پہچانتے تھے" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ گویا امام احمد اپنی پہلی بیان کردہ سببِ علت سے رجوع کر رہے ہیں جس میں انہوں نے اس حدیث کی ابن عیینہ سے نسبت ہی پر شک کا اظہار کیا ہے۔ الغرض ان کے نزدیک علی بن مدینی کا اس حدیث کو قتادۃ کی طرف سے قبول کرنا ان کی اس بات کو رد کرتا ہے کہ شاید ابن عیینہ سے اس حدیث کی نسبت غلط ہے یا ان کے کسی شاگرد کا اختلاط ہے۔

3) الغرض حدیث کی نکارت وضعف پر تینوں ائمہ متفق ہیں، یعنی حدیث کی اصل اور بنیادی علت کی معرفت میں تینوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ ان کے پائے کہ ائمہ سے متوقع اور ان کی مہارت کے شایانِ شان ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس نکارت وضعف کے سبب کے تعین میں تینوں نے اپنے اپنے علم اور تجربے کے ذریعے بعض ممکنہ اسباب کو ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان میں سے کسی ایک ممکنہ سبب کو ہی اس حدیث کی اصل اور بنیادی علت بنا کر اسے مطلق اصول کے طور پر اختیار کر لیں، یا اسے بطورِ مطلق اصول ان ائمہ کی طرف منسوب کر دیں۔ ورنہ سوال اٹھے گا کہ اگر عنعنہ ہی اس حدیث کی بنیادی علت تھی تو اتنے بڑے ائمہ کو اتنی واضح علت کیوں نظر نہ آئی جو وہ غیر واضح اسباب کو پیش کرتے رہے؟ اگر چودھویں صدی کے ایک عام شخص کے لیے بھی یہ علت واضح ہے تو اتنے بڑے ائمہ میں اس پر اختلاف ہی کیوں ہوا؟

جواب نمبر5:

اس حدیث میں امام ابن عیینہ کی تدلیس کا شبہ کم از کم شیخ زبیر علی زئیؒ اور ان کے منہج کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہر گز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ لوگ زیادتِ ثقہ کو مطلق قبول کرنے کے قائل ہیں، اور اس حدیث کے ایک صحیح طریق میں امام ابن عیینہ نے سعید بن ابی عروبہ سے اپنے سماع کی واضح صراحت کر دی ہوئی ہے۔

چنانچہ امام حاکمؒ اپنی المستدرک میں نقل فرماتے ہیں:

" فحدثنا أبو بكر بن إسحاق الفقيه، أنبأ بشر بن موسى، ثنا الحميدي، وأخبرني محمد بن الحسين المنصوري، ثنا هارون بن يوسف، ثنا ابن أبي عمر، قالا: ثنا سفيان، عن عبد الكريم الجزري، عن حسان بن بلال، أنه رأى عمار بن ياسر يتوضأ فخلل اللحية فقيل له: تخلل لحيتك؟ فقال: «وما يمنعني وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخلل لحيته؟» . **قال سفيان: وحدثنا سعيد بن أبي عروبة**، عن قتادة، عن حسان بن بلال، عن عمار، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نحوه"

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 1/ 250ح528، ورجالہ ثقات)

چنانچہ اس طریق کے پیشِ نظر، اس حدیث میں امام ابن عیینہ کا عنعنہ مضر نہیں ہے۔ امام ابو حاتم کی تعلیل اس طریق کی رو سے غلط ہوئی، جب سببِ علت غلط ہے تو ضعیف راوی سے روایت کا شبہ بھی غلط ہے، اور جب ضعیف سے روایت کا شبہ غلط ہے تو ایک غلط شبہ کی بنیاد پر اجماع کو کیسے فاسد کیا جا سکتا ہے؟ بلکہ جمہور کو بھی کیسے مرجوح قرار دیا جا سکتا ہے؟

اعتراض نمبر6: ابن عیینہ نے ایک منکر روایت بذریعہ عن روایت کی ہے:

امام ابن عیینہؒ کے عنعنہ کو رد کرنے والوں نے ایک اعتراض یہ بھی پیش کیا ہے کہ امام ابن عیینہ نے ایک ایسی روایت بذریعہ عن نقل کی ہے جو شاذ و منکر ہے، پس اگر اس روایت کو ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف نہ قرار دیا جائے تو ہمیں ایک شاذ حدیث کو صحیح کہنا پڑے گا۔

چنانچہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے شیخ زبیر علی زئیؒ فرماتے ہیں:

"سفيان بن عيينة، عن جامع بن أبي راشد، عن أبي وائل قال: قال حذيفة لعبد الله: عكوف بين دارك ودار أبي موسى لا تغير وقد علمت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا اعتكاف إلا في المساجد الثلاثة"

(رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ (کسی مسجد میں) اعتکاف نہیں ہے)۔

(المعجم للاسماعیلی 2/3/720ح336 واللفظ لہ، سیر اعلام النبلاء للذہبی 15/81، وقال:" صحیح غریب عال"، السنن الکبریٰ للبیہقی 4/316، مشکل الآثار 4/20، المحلیٰ لابن حزم 5/194، مسئلہ: 633)

اس روایت کے ضمن میں شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کی تمام اسانید میں سفیان بن عیینہ راوی موجود ہیں جو کہ عن سے روایت کرتے ہیں۔ کسی ایک سند میں بھی ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ثقہ حافظ اور مشہور مدلس تھے۔"

اسی طرح انہوں نے اس روایت کو قرآن کے مخالف بھی قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمۡ عَٰكِفُونَ فِي ٱلۡمَسَٰجِدِۗ﴾

اور اپنی بیویوں سے اس وقت جماع نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ (البقرۃ: 187)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔ جمہور علماء نے اس آیت کریمہ سے استدلال کرکے ہر مسجد میں اعتکاف کو جائز قرار دیا ہے۔ دیکھئے شرح السنۃ للبغوی (ج6 ص394) مرعاۃ المفاتیح (ج7 ص165)

اس کے مقابلے میں بعض لوگوں کا یہ مؤقف ہے کہ صرف تین مساجد میں ہی اعتکاف جائز ہے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ!"

اور فرمایا:

"امام سفیان بن عیینہ کی معنعن روایت بلحاظ سند ضعیف و بلحاظ متن منکر ہے"

(فتاویٰ علمیہ:2/147،152)

جواب:

شیخ صاحبؒ نے یہاں اس حدیث کے ضعف پر درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

1- اس میں سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

2- یہ حدیث قرآنی آیت کے خلاف ہے جس میں مساجد کا لفظ مطلق آیا ہے۔

3- قرآنی مخالفت کی بنیاد پر عرض کیا کہ اس روایت کا متن منکر ہے۔

نیچے ان باتوں کا جائزہ ہم لیتے ہیں:

1- کیا سفیان بن عیینہ کا عنعنہ اس روایت میں ضعف کا سبب ہے؟

اس روایت کے مختلف طرق اور الفاظ پر مختلف علماء نے مختلف قسم کے کلام کیے ہیں، بعض نے اسے صحیح و جید کہا ہے اور بعض نے نا قابلِ احتجاج و معلول قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسے صحیح کہنے والوں میں درج ذیل علماء شامل ہیں:

1) امام ذہبی (سیر اعلام النبلاء:15/81)،

2) امام ابن تیمیہ (شرح العمدۃ، کتاب الصیام:794)

3) علامہ السفارینی الحنبلی (کشف اللثام:4/79)

4) شیخ البانی (سلسلہ الصحیحہ:2786)،

اور اس حدیث کو نا قابلِ احتجاج یا معلول قرار دینے والوں میں درج ذیل علماء شامل ہیں:

1) امام طحاوی (شرح مشکل الآثار:2771)

2) امام ابن حزم (المحلی:3/431)

3) امام شوکانیؒ (نیل الاوطار:4/318)

4) شیخ ابن بازؒ (مجموع فتاوی ابن باز:25/218)

5) شیخ ابن عثیمینؒ (الشرح الممتع:6/502)

6) شیخ عبید اللہ مبارکپوری (اختیارات الفقہیہ للشیخ عبید اللہ المبارکفوری: ص673)

ان دونوں قسم کے اقوال کے قائلین میں سے کسی نے بھی آج تک اس حدیث کو امام ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار نہیں دیا ہے! الغرض اس حدیث کا دفاع کریں یا اس کو رد کریں، دونوں طرح کے موقف کا دفاع کیا جا سکتا ہے لیکن کسی بھی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس روایت کے قبول ورد کے درمیان میں صرف ابن عیینہ کا عنعنہ ہی رکاوٹ ہے!

چنانچہ اس حدیث کو امام ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار دینا نہ صرف ایک نئی بات ہے بلکہ محدثین کے اجماع کے بھی مخالف ہے۔ چنانچہ:

- اگر کوئی کہے کہ ہو سکتا ہے ابن عیینہ نے یہاں ضعیف راوی سے تدلیس کی ہو، تو اس کی یہ بات محدثین کے مذکورہ اجماع اور تعامل کے خلاف ہے، اور ہم نے اس مضمون میں ثابت کر دیا ہے کہ ایسی کوئی مثال ثابت نہیں جو محدثین کے اس اجماع اور استقراء کو غلط ثابت کر سکے۔ نیز کسی ایک بھی امام اور ماہرِ علل سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے بغیر کسی مخالفت یا نکارت کے امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو بلا وجہ رد کیا ہو۔
- اگر کوئی کہے کہ ہو سکتا ہے یہاں ابن عیینہ نے ابن جریج جیسے کسی مدلس سے تدلیس کی ہو، تو اس کا جواب بھی ہم نے اوپر اعتراض نمبر 1 کے تحت دے دیا ہے۔ نیز اس روایت میں امام ابن عیینہ کے شیخ جامع بن ابی راشد ہیں۔ اور ابن جریج کی ان سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سند میں ابن عیینہ کا ابن جریج سے تدلیس کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ بلکہ جامع بن ابی راشد کے شاگردوں میں امام ابن عیینہ کا کوئی مدلس شیخ موجود نہیں ہے سوائے امام سفیان ثوری کے۔ اور یہاں امام سفیان ثوری سے تدلیس کا ہونا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ امام ثوری مشہور ثقہ ائمہ میں سے ہیں اور ان کی روایات معروف ہیں۔ نیز اس روایت کو اس طریق سے امام ثوری سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔ لہٰذا ابن عیینہ کا ان سے تدلیس کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کے برعکس امام ثوری سے اس سے ملتی جلتی ایک روایت ایک دوسرے طریق سے مروی ہے جس سے مزید اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ جامع بن ابی راشد کے طریق سے یہ روایت امام ثوری کے پاس تھی ہی نہیں، اگر ہوتی تو ان سے اس کا طریق معروف ہوتا جیسے یہ ملتی جلتی روایت منقول ہے۔

لہٰذا کسی بھی طریقے سے یہاں امام ابن عیینہ کا عنعنہ مضر ثابت نہیں ہوتا ہے۔

2- کیا قرآنی آیت کی مخالفت اس روایت کی نقل میں نکارت کی دلیل ہے؟

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس روایت کے رد میں اور دفاع میں دونوں طرح کے موقف موجود ہیں۔ اسی طرح اس روایت کے مرفوع حصے پر بھی علماء نے دونوں طرح کے اقوال کہے ہیں یعنی بعض کے نزدیک یہ الفاظ قرآن کے مخالف ہیں اور بعض کے نزدیک

ان میں تاویل اور تطبیق ممکن ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی نے بھی اس روایت کو بلحاظِ روایت و نقل منکر نہیں کہا ہے، کیونکہ اگر مرفوع الفاظ کو مخالفِ قرآن کہا بھی جائے تو اسی روایت کے اندر ایسے الفاظ موجود ہیں جو اس کو بلحاظِ روایت منکر ٹھہرانے سے مانع ہیں۔

شیخ صاحب نے باقی مثالوں کی طرح یہاں بھی اس روایت کا مکمل متن اور سیاق ذکر نہیں کیا ہے جس میں خود صحابیِ رسول ﷺ نے اس مخالفتِ قرآنی کو روایت ہی میں رد کر دیا ہے پس جب روایت کے متن ہی میں مخالفت کا جواب موجود ہے تو الفاظ چاہے مخالفِ قرآن ہی ٹھہریں، یہ روایت اپنے نقل ہونے کی حیثیت سے منکر نہ رہی، کیونکہ مخالفت اس روایت کے قصے ہی کا ایک حصہ ہے، اور اس کا تعلق روایت کی نقل سے نہیں ہے۔

چنانچہ اس روایت کا مکمل متن درج ذیل ہے:

"سفيان بن عيينة، عن جامع بن أبي راشد، عن أبي وائل قال: قال حذيفة لعبد الله: عكوف بين دارك ودار أبي موسى لا تغير وقد علمت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا اعتكاف إلا في المساجد الثلاثة: المسجد الحرام ومسجد النبي صلى الله عليه وسلم ومسجد بيت المقدس " **قال: عبد الله لعلك نسيت وحفظوا وأخطأت وأصابوا**"

(سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لوگ آپ کے اور ابو موسیٰ کے گھر کے درمیان (مسجد میں) اعتکاف کیے ہوئے ہیں اور آپ انہیں باز نہیں کرتے، جبکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں: مسجدِ حرام، مسجد النبی ﷺ اور مسجد بیت المقدس۔ **حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: شاید آپ بھول رہے ہیں اور لوگوں نے یاد رکھا، اور آپ غلطی کر رہے ہیں اور لوگوں نے درست کیا)**۔

(شرح مشکل الآثار: 2771، معجم اسامی شیوخ ابی بکر الاسماعیلی: 336، السنن الکبری للبیہقی: 8574)

جیسا کہ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جن الفاظ کو اس روایت سے حذف کیا گیا ہے وہی اس روایت کی وضاحت کر رہے ہیں۔

چنانچہ اگر یہ مخالفت و نکارت روایت و نقل میں غلطی کی وجہ سے ہوتی تو اسی روایت میں اس پر تبصرہ اور اس کی تردید موجود نہ ہوتی! لہٰذا اگر ان الفاظ کو قرآنی آیت کے مخالف بھی سمجھا جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مخالفت کسی راوی کی طرف سے ہے یا روایتِ حدیث میں غلطی و نکارت ہوئی ہے، بلکہ وہ روایت ہی کے سیاق کا حصہ ہے جس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تردید بھی ساتھ ہی نقل کی گئی ہے۔ چنانچہ اس مخالفت کو نقلِ روایت کی طرف منسوب کر کے روایت کو منکر ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

3- اس روایت کی اصل علت کیا ہے؟

در حقیقت یہ روایت نہ ابن عیینہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور نہ ہی یہ روایت بحیثیتِ نقل قرآنی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے۔ بلکہ اس کی اصل علت یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے یعنی سیدنا حذیفہ کا اپنا قول واجتہاد ہے۔

چنانچہ اس روایت کو امام سفیان بن عیینہ سے اصح طریق کے مطابق موقوفا روایت کیا گیا ہے، ان کی موقوف روایت درج ذیل ہے:

" عن ابن عيينة، عن جامع بن أبي راشد قال: سمعت أبا وائل يقول: قال حذيفة لعبد الله: قوم عكوف بين دارك ودار أبي موسى لا تنهاهم؟ فقال له عبد الله: فلعلهم أصابوا، وأخطأت، وحفظوا، ونسيت، فقال حذيفة: " لا اعتكاف إلا في هذه المساجد الثلاثة: مسجد المدينة، ومسجد مكة، ومسجد إيلياء ""

(ابو وائل فرماتے ہیں: حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لوگ آپ کے اور ابو موسیٰ کے گھر کے درمیان اعتکاف کیے ہوئے ہیں آپ انہیں منع نہیں کرتے؟ تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: شاید وہ صحیح ہیں اور آپ سے خطاء ہوئی، اور انہوں نے یاد رکھا اور آپ سے بھول ہوئی، تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان تین مساجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں ہے: مدینہ کی مسجد، مکہ کی مسجد، اور ایلیاء کی مسجد (بیت المقدس)")۔

(مصنف عبد الرزاق:8016)

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ یہ قول دراصل حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث۔

اس روایت کا موقوفا مروی ہونا ہی راجح ہے اس پر درج ذیل دلائل ہیں:

1) اس روایت کو امام سفیان بن عیینہ سے ان کے درج ذیل تلامذہ نے موقوفا نقل کیا ہے:

- امام عبد الرزاق الصنعانی (ثقہ حافظ) (مصنف عبد الرزاق:8016)
- محمد بن ابی عمر العدنی (ثقہ من کبار اصحاب ابن عیینہ) (اخبار مکہ للفاکہی:1334)
- سعید بن عبد الرحمن القرشی (ثقہ) (اخبار مکہ للفاکہی:1334)

اس کے برعکس اسے مرفوعا بیان کرنے والے درج ذیل لوگ ہیں:

- سعید بن منصور (سنن سعید)–سعید نے اپنی روایت میں نبی ﷺ کی طرف منسوب الفاظ میں شک کیا ہے۔
- ہشام بن عمار (یہ اختلاط کا شکار تھے اور ہر قسم کی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے) (شرح مشکل الآثار: 2771)
- محمد بن الفرج الہاشمی (معجم الاسماعیلی:336)–ان سے اسے روایت کرنے والا راوی "العباس بن احمد الوشاء" مجہول الحال ہے۔

- محمود بن آدم المروزی (ثقہ)۔(السنن الکبری للبیہقی:8574)۔ محمود سفیان بن عیینہ کے صغار تلامذہ میں سے ہیں۔

2) اس روایت کے موقوف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام سفیان بن عیینہ کے کبار ترین تلامذہ جنہوں نے ان کی مسند ومرفوع روایات کا احاطہ کیا ہے، یعنی امام حمیدی اور امام علی بن مدینی ان دونوں سے یہ حدیث منقول نہیں ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث موقوف ہی راجح ہے کیونکہ اگر یہ مرفوع ہوتی تو ان دونوں میں سے کسی کے پاس ضرور ہوتی اور وہ اسے امام ابن عیینہ سے روایت کرتے۔

چنانچہ ایک جگہ امام ابو حاتم الرازیؒ نے اسی وجہ سے ایک روایت کو موقوف قرار دیا کیونکہ وہ روایت ابن عیینہ کے ان کبار تلامذہ سے مرفوعا مروی نہیں تھی، چنانچہ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں:

"لم أجد هذا الحديث عند الحميدي في "مسنده"، ولا عند علي بن المديني، فإن كان محفوظا فهو غريب.

قلت: على ما يصنع؟

قال: لعله أن يكون عندهما موقوف"

(مجھے یہ حدیث نہ حمیدی کی مسند میں ملی اور نہ علی بن مدینی کے پاس ملی، پس اگر یہ محفوظ ہے تو غریب ہے۔۔۔ شاید یہ ان دونوں کے پاس موقوفا ہو (اس لیے انہوں نے اسے روایت نہیں کیا ہے))۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم:6/184)

اب ذرا ان دونوں قرائن کو ایک دوسرے کی تقویت میں دیکھیں تو بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ:

اس روایت کو امام ابن عیینہ سے مرفوعا نقل کرنے والے صغار اور ضعیف رواۃ ہیں، جبکہ ان سے اسے موقوفا نقل کرنے والے ان کے خاص اور کبار اصحاب ہیں، اور انہی کبار اصحاب کی تائید اس میں شامل ہے کہ ابن عیینہ کے دیگر کبار اصحاب نے بھی اس روایت کو ان سے مرفوعا بیان نہیں کیا ہے حالانکہ وہ ان کی مرفوع روایات کا تتبع کرنے والے ہیں، جن میں سر فہرست امام حمیدی، امام علی بن مدینی ہیں، اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

3) اس پر مستزاد یہ کہ ایک خارجی دلیل بھی اس روایت کے موقوفا مروی ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور وہ یہ کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس قصے کو ایک دوسرے طریق سے امام ابراہیم نخعیؒ نے بھی بیان کیا ہے، اور انہوں نے بھی اسے موقوفا ہی بیان کیا ہے، چنانچہ امام عبد الرزاق فرماتے ہیں:

"عن الثوري، عن واصل الأحدب، عن إبراهيم قال: جاء حذيفة إلى عبد الله، فقال: ألا أعجبك من ناس عكوف بين دارك، ودار الأشعري؟ قال عبد الله: فلعلهم أصابوا، وأخطأت، فقال حذيفة: " ما أبالي أفيه

أعتكف، أو في بيوتكم هذه، إنما الاعتكاف في هذه المساجد الثلاثة: مسجد الحرام، ومسجد المدينة، والمسجد الأقصى " وكان الذين اعتكفوا فعاب عليهم حذيفة في مسجد الكوفة الأكبر"

(ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: کیا آپ عجب نہیں کرتے کہ لوگ آپ کے اور ابو موسی اشعری کے گھر کے درمیان اعتکاف کر رہے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: شاید وہ صحیح ہیں اور آپ سے خطاء ہوئی، تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرے لیے یہاں (مسجد) اعتکاف کرنا اور آپ لوگوں کے ان گھروں میں اعتکاف کرنا ایک برابر ہے (یعنی غیر صحیح)، (کیونکہ) اعتکاف تو صرف انہی تین مساجد میں ہوتا ہے: مسجد الحرام، مسجد المدینہ، اور مسجد الاقصی"۔ (راوی کہتے ہیں) جو لوگ اعتکاف کر رہے تھے جن پر حذیفہ نے اعتراض کیا، وہ کوفہ کی سب سے بڑی مسجد میں اعتکاف کر رہے تھے)۔

(مصنف عبد الرزاق: 8014)

اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی امام وکیع سے اس طریق کے ساتھ نقل کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ: 9669)۔ اس روایت کی سند صحیح ہے، نیز امام ابراہیم نخعیؒ کی سیدنا ابن مسعود سے مرسل روایت علماء کے نزدیک صحیح ہوتی ہے (مزید تفصیل کے لیے اس پر میرا مضمون دیکھیں: "امام ابراہیم نخعی کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کا حکم")۔ اور اگر بعض لوگ اسے صحیح تسلیم نہ بھی کریں تو بہر حال یہ ابن عیینہ کی موقوف روایت پر ایک بہترین شاہد اور خارجی دلیل ہے۔

4) اس روایت کے موقوفا راجح ہونے کی ایک دلیل تو خود شیخ زبیر علی زئیؒ نے بھی ذکر کر دی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بیت المقدس (جہاں مسجدِ اقصیٰ موجود ہے) عیسائیوں کے قبضے میں تھا، نبی ﷺ کے زمانے میں وہاں اعتکاف کرنا مسلمانوں کے لیے ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا لازم ہے کہ یہ روایت بعد کے زمانے کی ہے، اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت اصلا موقوفا مروی ہے، اور اس کا مرفوعا مروی ہونا ابن عیینہ سے روایت کرنے والے بعض راویوں کی غلطی ہے۔ نیز اس پر کسی قسم کی نکارت کا اعتراض بھی درست نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے ابن عیینہ کے عنعنہ کو رد کرنا تو کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق کا خلاصہ چند اہم پوائنٹس میں درج ذیل ہے:

- امام سفیان بن عیینہؒ ائمہ جہابذہ اور نقاد الحدیث میں سے ہیں۔ پوری امت کا ان کی حدیث سے مطلقاً حجت پکڑنے پر اجماع ہے۔
- امام سفیان بن عیینہ سے بعض اوقات احادیث میں تدلیس کرنا ثابت ہے۔ اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے۔
- امام سفیان بن عیینہ سے مختلف قسم کی تدلیس کرنا ثابت ہے جیسے: تدلیس الاسناد، تدلیس الوجادہ، اور تدلیس المتابعہ۔ اگرچہ ان کی روایات میں تدلیس الاسناد ہی زیادہ غالب ہے، لیکن پھر بھی ان کی تدلیس پر دلالت کرنے والے ہر قول اور مثال کو مطلق تدلیس الاسناد سمجھ کر سماع کا سوال نہیں کیا جاتا، بلکہ قرائن اور دلائل کے ذریعے ان کی تدلیس کی تحقیق کی جاتی ہے، اور ہر قسم کی تدلیس کو اس کے حکم کے مطابق پرکھا جاتا ہے۔
- امام ابن عیینہ کی جن روایات میں محدثین نے تدلیس کی صراحت کی ہے یا ان میں تدلیس کی طرف اشارہ ملتا ہے ان کی کل تعداد 15 ہے۔ امام ابن عیینہ کی تمام مروی روایات جن کی تعداد ہزاروں میں ہے ان کے مقابلے میں یہ تعداد بہت قلیل ہے۔ نیز تحقیق اور جمعِ طرق کے ذریعے ان کی تدلیس کی نشاندہی کرنا کسی ماہر محقق کے لیے مشکل نہیں ہے جیسا کہ امام حاکم نے فرمایا ہے۔
- امام ابن عیینہ تدلیس کیوں کرتے تھے اس کے کئی ممکنہ اسباب ہیں جیسے اپنے استاد کی مسموع روایت کو سننے کے باوجود اس کے دوسرے شاگرد سے اس کے متن کو پختہ کرنا، یا صغار اور اپنے سے چھوٹوں سے روایت کرنے پر لوگوں کا ملامت کرنا، اپنے مکثر اور خاص شیخ کی اکثر روایتوں کا احاطہ کر لینے کے بعد اس کی کچھ روایتوں کا چھوٹ جانا، علوِ سند کو برقرار رکھنا، یا حیات شخص سے روایت کو بُرا جاننا۔
- اگرچہ امام سفیان بن عیینہ نے کئی مقامات پر تدلیس کی ہے، ان کی تدلیس اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ان کی روایات پر غالب آجائے، بلکہ ان کی کل روایات کے مقابلے میں ان کی تدلیس نہایت قلیل تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی اکثر مرفوع روایات میں سماع کی تصریح موجود ہوتی ہے۔
- امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو تو محدثین نے مطلقاً قبول کیا ہی ہے، ان کی تدلیس کو بھی محدثین نے مضر نہیں جانا ہے، اور ابن عیینہ کی تدلیس کو نظر انداز کرنے میں علماء نے جس چیز کا اعتماد کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی تدلیس شدہ احادیث کا تتبع واستقراء کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی کوئی بھی حدیث ایسی نہیں پائی جاتی جس میں انہوں نے تدلیس کی ہو الا یہ کہ اسی حدیث میں دوسری جگہ ان کے سماع کی تصریح کسی ثقہ سے مل جاتی ہے جیسا کہ امام ابن حبان نے نقل کیا ہے۔

جب ان کی تدلیس کے بارے میں محدثین کا یہ قول ہے تو ان کے محض عنعنہ کو کم از کم مقبول ہونا چاہیے جہاں صراحتاً تدلیس ثابت نہ ہو۔

- امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کے مقبول ہونے پر مزید کئی قرائن واسباب موجود ہیں، جیسے: ان کا حدیث کا ناقد امام ہونا، ان کا صرف ثقات سے تدلیس کرنا، ان کا قلیل التدلیس ہونا، ان کے سماع کی تحقیق وسوال کرنے والے کی طرف سے پوچھے جانے پر ان کا ساقط واسطے کو ظاہر کر دینا، اور ان کا اپنے بعض شیوخ سے خاص ملازمت اور تخصص ہونا۔

نیز کسی بھی معنعن روایت میں تدلیس کا واقع ہونا پہلے سے ہی ایک محتمل بات ہے، یعنی ممکن ہے کہ اس معنعن روایت میں تدلیس ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو، یہ کوئی حتمی بات نہیں ہے۔ لیکن اس پر جب اس قسم کے متعدد دلائل مل جائیں جو تدلیس کے احتمال کو کم سے کم تر کرتے ہوئے اس قدر معمولی بنا دیں کہ اس کا وقوع یا اس کی وجہ سے آنے والا ضعف راجح نہ لگے تو یہ بات کسی روایت کو صحت کے درجے تک پہنچانے میں مانع نہیں ہے۔ اور جو لوگ اتنے معمولی سے احتمال پر بھی کسی معنعن روایت کو رد کر دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ سارے علم حدیث کو ہی رد کر دیں کیونکہ اس سارے علم کی بنیاد ہی غلبۃ الظن اور علمِ راجح پر ہے، جبکہ خطاء کا احتمال ہر اصول اور ہر حدیث میں رہتا ہے۔

- امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو تمام ائمہ ومحدثین نے مطلقاً قبول کیا ہے۔ نیز اس پر ان کا اجماع ہے۔
- امام سفیان بن عیینہ کے تلامذہ سے لے کر موجودہ دور تک ہر صدی کے علماء اور ائمہ سے ابن عیینہ کے عنعنہ کی مقبولیت پر قولی اور عملی ہر طرح کے دلائل اور اقوال پائے جاتے ہیں۔
- تمام کبار ائمہ علل اور متقدمین محدثین سے بھی امام ابن عیینہ کے عنعنہ کو قبول کرنا ثابت ہے۔
- جو لوگ امام سفیان بن عیینہؒ کے عنعنہ کو مطلق طور پر رد کرتے ہیں وہ اجماع جیسی ایک قطعی دلیل اور ائمہ علل کے اقوال وتعامل کے مقابلے میں محض احتمالات اور باطل مفاہیم کو دلیل بناتے ہیں۔

واللہ اعلم۔

2024/06/03